بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم القرآن

شیخ التفسیر والحدیث
مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی [illegible]

ادارہ کتب اسلامیہ [illegible] مفتی احمد یار خان روڈ [illegible]

3019

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے والوں اور شوق رکھنے والوں کیلئے

لاجواب کتاب

مسمّٰی بہ

علم القرآن

لترجمۃ القرآن

تصنیفِ لطیف

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
مولانا الحاج

ناشر:
ادارہ کتب اسلامیہ مفتی احمد یار خان روڈ گجرات

(کتابت: محمد شریف اختر پھالیہ)

3019

Marfat.com

86095

~~68595~~

نام کتاب ــــــــ علم القرآن

مصنّف ــــــــ مفتی احمد یار خان نعیمی رح

تعداد ــــــــ ایک ہزار

کاتب ــــــــ محمد شریف اختر پھالیہ گجرات

پرنٹرز ــــــــ پیر بھائی پرنٹرز

قیمت ــــــــ

ناشر ــــــــ ادارہ کتب اسلامیہ
مفتی احمد یار خاں روڈ گجرات

Marfat.com

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

3019

دیباچہ

یہ زمانہ جس پُرخطر دور سے گزر رہا ہے وُہ سب پر ظاہر ہے کہیں الحاد وبے دینی کی ہوائیں چل رہی ہیں کہیں دیوبندیّت، مرزائیّت کی آندھیاں اُٹھ رہی ہیں۔ ہر روز نئے نئے فرقے جنم لے رہے ہیں اور ہر فرقہ بغل میں قرآن دبا کر ہی دامِ فریب میں مُبتلا کرنا چاہتا ہے جس کو دیکھو قُرآن سُنا سُنا کر اپنی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔ جاہل سے جاہل بھی اپنے کو علامۂ زمان سمجھ کر اکابرینِ اسلام بلکہ صحابہ کرام کی ذات بابرکات پر بھی زبانِ طعن دراز کرنے سے نہیں چُوکتا اور اپنے مقصد کیلئے قرآن کریم ہی کو پیش کر کے بھولے بھالے مُسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوشاں ہے اور ترجمہ قرآن کی آڑ میں بے دینی پھیلا رہا ہے۔ یہی وُہ زمانہ ہے جس کے بارے میں نبیٔ کریم سرورِ کائنات نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے اس وقت زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے خوش قسمت ہے وُہ شخص جو اس زمانے میں دین سلامت لے گیا (حدیث)۔

مسلمانو! دین اسلام بہت بڑی دولت ہے۔ اسکی حفاظت بہت ہی ضروری ہے۔ مفسّرِ قرآن حضرت حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں صاحب قبلہ نے مُسلمانوں کو ترجمہ قرآن پڑھنے کیلئے اور فتنے سے بچانے کے لیئے یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے تاکہ اس کو پڑھ کر مسلمان قرآن کی صحیح فہم حاصل کر سکیں۔ اس کتاب میں قرآن کی اصطلاحیں قرآن کے قواعد اور قرآنی مسائل اس عمدہ طریقے سے بیان کیے گئے ہیں کہ جن سے ترجمہ قرآن بہت آسان ہو جاتا ہے۔

صاحبزادہ **اقتدار احمد خاں**
مفتی دار العلوم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاہِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ٥

آج سے پچاس سال پہلے مسلمانوں کا یہ طریقہ تھا کہ عام مُسلمان قرآنِ کریم کی تلاوت محض ثواب کی غرض سے کرتے تھے اور روزانہ کے ضروری مسائل پاکی پلیدی روزہ نماز کے احکام میں بہت محنت اور کوشش کرتے تھے۔ عام مُسلمان قرآن شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے وُہ سمجھتے تھے کہ یہ دریا ناپیدا کنار ہے۔ اس میں غوطہ وہی لگائے جو اس کا شناور ہو۔ بے جانے بُوجھے دریا میں کُودنا جان سے ہاتھ دھونا ہے اور بے علم و فہم کے قرآن شریف کے ترجمہ کو ہاتھ لگانا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے نیز ہر مُسلمان کا خیال تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کا سوال ہم سے نہ قبر میں ہوگا نہ حشر میں ہم سے سوال عبادات، معاملات کا ہوگا اسے کوشش سے حاصل کرو یہ تو عوام کی روش تھی۔ رہے علمائے کرام اور فضلائے عظام۔ ان کا طریقہ یہ تھا۔ کہ قرآنِ کریم کے ترجمہ کے لئے قریباً اکیس علوم میں محنت کرتے تھے مثلاً صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع۔ ادب۔ لُغت منطق۔ فلسفہ حساب۔ جیومیٹری، فقہ، تفسیر، حدیث، کلام، جغرافیہ، تواریخ اور تصوّف، اصُول وغیرہ۔ ان علوم میں اپنی عُمر کا کافی حصّہ صرف کرتے تھے جب نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے ان علوم میں پُوری مہارت حاصل کر لیتے۔ تب قرآن شریف کے ترجمہ کی طرف توجہ کرتے پھر بھی اتنی احتیاط سے کہ آیات متشابہات کو ہاتھ نہ لگاتے تھے کیونکہ اس قسم کی آیتیں ربّ تعالیٰ اور اس کے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلّم کے درمیان راز و نیاز ہیں۔ اغیار کو یار کے معاملہ میں دخل دینا رَوا نہیں ؎

Marfat.com

میانِ طالب و مطلوب رمز یست!
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست!

رہیں آیات محکمات ان کے ترجمہ میں کوشش تو کرتے مگر گزشتہ سارے علوم کا لحاظ رکھتے ہوئے مفسّرین، محدّثین، فقہا کے فرمان پر نظر کرتے ہوئے پھر بھی پوری کوشش کرنے کے باوجود قرآن کریم کے سامنے اپنے کو طفل مکتب جانتے تھے۔

اس طریقۂ کار کا فائدہ یہ تھا کہ مسلمان بد مذہبی، لادینی کا شکار نہ ہوتے تھے وہ جانتے بھی نہ تھے کہ قادیانی کس بلا کا نام ہے اور دیو بندی کہاں کا بھوت ہے۔ غیر مقلدیت نیچریت کس آفت کو کہتے ہیں۔ چکڑالوی کس جانور کا نام ہے۔ علماء کے وعظ خوفِ خدا، عظمت و ہیبتِ حضور محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم، مسائل دینیہ اور علمی معلومات سے بھرے ہوتے تھے۔ وعظ سُننے والے وعظ سُن کر مسائل ایسے یاد کرتے تھے جیسے آج طالب علم سبق پڑھکر تکرار کرتے ہیں کہ آج مولوی صاحب نے فلاں فلاں مسئلہ بیان فرمایا ہے غرضیکہ عجیب نوری زمانہ تھا اور عجیب نورانی لوگ تھے۔

اچانک زمانہ کا رنگ بدلا۔ ہوا کے رُخ میں تبدیلی ہوئی۔ بعض نادان دوستوں اور دوست نما دُشمنوں نے عام مسلمانوں میں ترجمہ قرآن کرنے اور سیکھنے کا جذبہ پیدا کیا اور عوام کو سمجھایا کہ قرآن عوام ہی کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اس کا سمجھنا بہت سہل ہے۔ ہر شخص اپنی عقل و سمجھ سے ترجمہ کرے اور احکام نکالے اس کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ عوام میں یہ خیال یہاں تک پھیلایا کہ لوگوں نے قرآن کو معمولی کتاب اور قرآن والے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معمولی بشر سمجھ کر قرآن کے ترجمے بے دھڑک شروع کر دیئے اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمالات کا انکار بلکہ اس ذاتِ کریم سے برابری کا دعویٰ شروع کر دیا۔

Marfat.com

اب عوام جہلا یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ خواندہ، ناخواندہ، انگریزی تعلیم یافتہ لُغت کی تھوڑی باتیں یاد کر کے بڑے دعوے سے قرآن کا ترجمہ کر رہا ہے اور جو کچھ اس کی ناقص سمجھ میں آتا ہے۔ اُسے وحیٔ الٰہی سمجھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مسلمانوں میں روزانہ نئے نئے فرقے پیدا ہو رہے ہیں جو ایک دُوسرے کو کافر مُشرک، مُرتد اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

لطیفہ: ایک اُردو سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے دورانِ تقریر کہا کہ جس کو قرآن کا ترجمہ نہ آتا ہو۔ وُہ نماز ہی نہ پڑھے کہ جب عرضی دینے والے کو یہ خبر ہی نہیں کہ درخواست میں کیا لکھا ہے تو درخواست ہی بیکار ہے میں نے کہا کہ پھر عربی زبان میں نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ موجودہ انجیلوں کی طرح قرآن کے اُردو ترجمے اور اُردو خلاصے بنا لو۔ اس میں نماز پڑھ لیا کرو۔ ربّ تعالیٰ اُردو جانتا ہے اس پر وُہ خاموش ہو گئے۔

آج ہر بد مذہب ہر شخص کو قرآن کی طرف بلا رہا ہے کہ آؤ میرا دین قرآن سے ثابت ہے اسی پُر فتن زمانہ کی خبر حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دی تھی۔ اور ایسے دجّالوں کا ذکر سرکار نے فرمایا تھا۔ یَدْعُوْنَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ۔ وُہ گمراہ گروہ ہر ایک کو قرآن کی طرف بلائے گا۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ۝ مسلمان اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر گونگے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

کانپور میں ایک بد مذہب پیدا ہُوا مسمّی عزیز احمد حسرت شاہ جس نے ماہوار رسالہ شحنۂ شریعت جاری کیا۔ اس میں بالالتزام لکھتا تھا کہ سارے نبی پہلے مشرک تھے گنہگار تھے معاذ اللہ بد کردار تھے پھر توبہ کر کے اچھے بنے اور حسبِ ذیل آیات سے دلیل پکڑتا تھا کہ ربّ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔ آدم علیہ السلام نے ربّ کی نافرمانی کی لہٰذا گمراہ ہو گئے۔ حضور علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا وَوَجَدَكَ

Marfat.com

ضَالًّا فَهَدٰی. یعنی رَبّ نے تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند، ستارے، سُورج کو اپنا رَبّ کہا یہ شرک ہے۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ۔ حضرت آدم و حوّا کے بارے میں فرمایا فَجَعَلَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَآ اٰتٰهُمَا ان دونوں نے اپنے بچّہ میں رَبّ کا شریک ٹھہرایا، یُوسف علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ط یقیناً زلیخا نے یُوسف اور یُوسف نے زلیخا کا قصد کر لیا۔ اگر ربّ کی بُرہان نہ دیکھتے تو زنا کر بیٹھتے۔ پھر لکھا کہ غیر عورت کو نظرِ بد سے دیکھنا اور بُرا ارادہ کرنا کتنا بُرا کام ہے جو یُوسف علیہ السّلام سے سرزد ہُوا۔ داؤد علیہ السّلام نے اوریا کی بیوی پر نظر کی اور اوریا کو قتل کروا دیا۔ یہاں تک بکواس کی کہ آدم علیہ السّلام اور ابلیس دونوں سے گناہ بھی ایک ہی طرح کا ہُوا اور سزا بھی یکساں ملی کہ ابلیس سے کہا گیا فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ۔ تو جنّت سے نکل جا تو مردُود ہے۔ آدم علیہ السّلام سے کہا گیا۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا۔ ہم نے کہا کہ تُم یہاں سے نکل جاؤ۔ غرضیکہ دونوں کو دیس نکالے کی سزا دی ہاں پھر آدم علیہ السّلام نے توبہ کر لی اور ابلیس نے توبہ نہ کی۔ مَیں نے اس مرتد کو بہت سے جوابات دیئے مگر وُہ یہ ہی کہتا رہا کہ مَیں قرآن پیش کر رہا ہوں۔ کسی بزرگ، عالم، صُوفی کے قول یا حدیث ماننے کو تیار نہیں۔ آخر کار مَیں نے اُسے کہا کہ بتا۔ رب تعالیٰ بھی بے عیب ہے کہ نہیں۔ بولا۔ ہاں! وُہ بالکل بے عیب ہے۔ مَیں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے کہ خدا میں عیب بھی ہیں اور خدا چند ہیں۔ خُدا کے دادا بھی ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ط کفّار نے فریب کیا اور خُدا نے فریب کیا۔ خُدا اچّھا فریب کرنے والا ہے۔ معاذ اللہ! دُوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔ یہ خُدا کو دھوکا دیتے ہیں اور خُدا انہیں دھوکا دیتا ہے۔ دیکھو! دھوکا، فریب دہی نمبر ۱ کے عیب ہیں

Marfat.com

مگر قرآن میں خدا کے لئے ثابت ہیں اور فرماتا ہے وَتَعَالیٰ جَدُّ رَبِّنَا ۔ہمارے رب کا دادا بڑا خاندانی ہے ۔خدا کا دادا ثابت ہوا اور فرماتا ہے ۔فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ؕ اللہ برکت والا ہے جو تمام خالقوں سے اچھا ہے ۔معلوم ہوا کہ خالق بہت سے ہیں ۔ جب ترجمہ لفظی پر ہی معاملہ ہے ۔تو اب رب کے لئے کیا کہے گا ۔تب وہ خاموش ہوا ۔ہم نے اس سے جو گفتگو کی ۔وہ اپنی کتاب "قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء" میں لکھ دی ہے ۔ جو جاء الحق کیساتھ بطور ضمیمہ شائع ہو چکی ہے دیکھا آپ نے ان اندھا دھند ترجموں کا یہ نتیجہ ہے ۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنی نبوت کے ثبوت میں قرآن ہی کو پیش کیا ۔کہا کہ قرآن کہتا ہے اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اللہ تعالےٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول پیغمبر چنتا رہے گا معلوم ہوا کہ پیغمبر رسول آتے ہی رہیں گے وغیرہ وغیرہ غرضیکہ اندھا دھند ترجمے بے ایمانی کی جڑ ہیں ۔آنکھوں پر پٹی باندھ لو ۔جو چاہو بکواس کر دو اور قرآن سے ثابت کر دو ۔ابھی حال ہی میں ایک کتاب میری نظر سے گزری ہے "جواہر القرآن" جو کسی ملحد غلام اللہ خاں (اللہ کے غلام) نے لکھی ہے اس میں بھی اندھا دھند ترجمہ کیا گیا ہے ۔بتوں کی آیات پیغمبروں پر کفار کی آیتیں مسلمانوں پر بے دھڑک چسپاں کر کے مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا بھر کے علماء ،صوفیاء مومنین اور صالحین مشرک تھے اور مسلمان موحد صرف میں ہی ہوں یا میری ذریت ۔ بخاری شریف جلد دوم میں باب باندھا ہے ۔بَابُ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ ۔ خارجیوں اور بے دینوں کا باب وہاں ترجمہ باب میں فرمایا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان خارجی ملحدوں کو اللہ کی مخلوق میں بد تر سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان بے دینوں نے اُن آیتوں کو جو

Marfat.com

کفّار کے حق میں نازل ہُوئیں مُسلمانوں پر چسپاں کیا۔ یہ ہی طریقہ اس ملحد نے اختیار کیا ہے غرضیکہ ترجمہ قرآن بے دُھڑک کرنا ہی ایسی بڑی بیماری ہے جس کا انجام ایمان کا صفایا ہے۔

ترجمہ قرآن میں دُشواریاں

قرآن شریف عربی زبان میں اُترا۔ عربی زبان نہایت گہری زبان ہے۔ اوّلاً تو عربی زبان میں ایک لفظ کے کئی معنے آتے ہیں جیسے لفظ "ولی" کہ اس کے معنی ہیں دوست[1]۔ قریب[2]۔ مددگار[3]۔ معبود[4]۔ ہادی[5]۔ وارث[6]۔ والی[7] اور یہ لفظ ہر معنے میں استعمال ہُوا ہے۔ اب اگر ایک مقام کے معنی دُوسرے مقام پر جڑ دیئے جائیں تو بہت جگہ کفر لازم آجاوے گا پھر ایک ہی لفظ ایک معنی میں مختلف لفظوں کے ساتھ ملکر مختلف مضامین پیدا کرتا ہے مثلاً شہادت بمعنی گواہی اگر علیٰ کیساتھ آئے تو خلاف گواہی بتاتا ہے اور اگر لام کیساتھ آئے تو موافق گواہی کے معنی دیتا ہے۔ لفظ قال بمعنی کہا۔ اگر لام کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے اس سے کہا۔ اگر فی کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے اس کے بارے میں کہا۔ اگر مِن کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے اس کی طرف سے کہا۔ ایسے ہی دُعا کہ قرآن میں اس کے معنی پکارنا' بلانا' مانگنا اور پُوجنا ہیں جب مانگنے اور دُعا کرنے کے معنی میں ہو تو اگر لام کے ساتھ آوے گا تو اس کے معنی ہوں گے۔ اسے دُعا دی اور جب علیٰ کے ساتھ آوے تو معنی ہونگے اُسے بد دُعا دی۔

نیز اسی طرح عربی میں لام' مِن' عَن' ب' سب کے معنی ہیں سے لیکن ان کے موقع استعمال علیحدٰہ ہیں اگر اس کا فرق نہ کیا جائے تو معنی فاسد ہو جاتے ہیں پھر محاورہ عرب فصاحت بلاغت وغیرہ سب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور ظاہر ہے ....

کہ علم کامل کے بغیر یہ نہیں ہو سکتا اور جب عوام کے ہاتھ یہ کام پہنچ جائے تو جو کچھ ترجمہ کا حشر ہوگا وُہ ظاہر ہے اسلئے آج اس ترجمہ کی برکت سے مُسلمانوں میں بہت فرقے بن گئے ہیں۔ یہ مترجم حضرات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جو ان کے کئے ہُوئے ترجمہ کو نہ مانے' اسے مشرک' مرتد' کافر کہہ دیتے

Marfat.com

ہیں۔ تمام علماء، صلحاء کو کافر سمجھ کر اسلام کو صرف اپنے میں محدود سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ مولوی غلام اللہ خاں صاحب نے اپنی کتاب جواہر القرآن کے صفحہ ۱۴۱، ۱۴۳ پر لکھا کہ جو کوئی نبی، ولی، پیر، فقیر کو مصیبتوں میں پکارے۔ وُہ کافر مشرک ہے اس کا کوئی نکاح نہیں اور صفحہ ۱۵۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ اس قسم کی نذر نیاز شرک ہے اس کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے۔ اس فتوٰی سے سارے مسلمان بلکہ خود دیوبندیوں کے اکابر مشرک ہو گئے بلکہ خود مصنّف صاحب کی بھی خیر نہیں وہ بھی اس کی زد سے نہیں بچے چنانچہ یہاں گجرات سے ایک صاحب نے تحریری استفتا مولوی غلام اللہ خاں صاحب کی خدمت میں بذریعہ جوابی ڈاک بھیجا جس میں سوال کیا کہ آپ نے اپنی کتاب "جواہر القرآن" کے صفحات مذکورہ پر لکھا ہے کہ پیروں کے پکارنے والے کا نکاح کوئی نہیں اور نذر نیاز کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے آپ کے محترم دوست اور دیوبندیوں کے مقتدا، عالم عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے والد مولوی جلال شاہ صاحب ساکن دولتنگر ضلع گجرات اور سُنا گیا ہے کہ آپ کے والدین بھی گیارھویں کھاتے تھے اور کھلاتے تھے ختمِ غوثیہ پڑھتے تھے جس میں یہ شعر موجود ہے ؎

امداد کُن امداد کُن از بحرِ غم آزاد کُن
در دین و دُنیا شاد کُن یا شیخ عبدالقادر

جلال شاہ کے عینی گواہ ایک نہیں دو نہیں بہت زیادہ موجود ہیں فرمایا جاوے کہ ان کا نکاح ٹوٹا تھا یا نہیں اور اگر نکاح ٹوٹ گیا تھا تو آپ ... کیسے ہوئے کیونکہ آپ اس ٹوٹے ہوئے نکاح کی اولاد ہیں نیز گیارھویں کا کھانا جب خنزیر کی طرح حرام ہُوا تو جو کوئی اسے حلال جانے وُہ مُرتد ہُوا اور مُرتد کا نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے تو آپ دونوں بزرگوں کے والد صاحبان اُسے حلال جان کر کھاتے کھلاتے تھے۔ اب آپ کے ہونے کی کیا صُورت ہے بصُورتِ دیگر آپ دونوں

Marfat.com

بزرگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ابھی تک نہیں ملا اور امید بھی نہیں کہ ملے کیونکہ عربی کا مقولہ ہے: مَنْ حَفَرَ لِاَخِیْهِ وَقَعَ فِیْهِ جو دُوسرے کے گرنے کو گڑھا کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے دُوسرے مُسلمانوں کے نکاح تو بعد میں ٹوٹیں گے۔ پہلے اپنے والدین کے نکاح کی خبر لیں۔ کوئی صاحب ان بزرگوں سے اس معمّہ کو حل کرا دیں اور اس کا جواب دلوا دیں ہم مشکور ہوں گے۔

غرضکہ بے دھڑک ترجمے بڑی خرابیوں کی جڑ ہیں اس سے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، غیر مقلد، وہابی، دیوبندی، مودُودی، بابی، بہائی وغیرہ فرقے بنے۔ ان سب فرقوں کی جڑ خُود ساختہ ترجمے ہیں۔ اس بدتر حالت کو دیکھتے ہُوئے میرے محترم دوست حضرت سیّد الحاج محمد معصُوم شاہ صاحب قبلہ قادری جیلانی نے بارہا فرمائش کی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جو موجودہ ترجمہ قرآن پڑھنے والوں کیلئے رہبر کا کام دے۔ جس میں ایسے قواعد و اصطلاحات اور مسائل بیان کر دیئے جائیں جن کے مطالعہ سے ترجمہ پڑھنے والا دھوکا نہ کھائے چونکہ یہ کام بڑا تھا اور میں کثرت مشاغل کی وجہ سے بالکل فارغ نہ تھا اسلیئے اس کام میں دیر لگتی رہی۔ اتفاقاً اس ماہِ رمضان المبارک میں میرے محترم دوست قبلہ قاری الحاج احمد حسن صاحب خطیب عیدگاہ گجرات میرے پاس جواہر القرآن لائے اور فرمایا کہ آپ لوگ آرام کر رہے ہیں اور ملحدین اس طرح مسلمانوں کو ترجمے دکھا کر گمراہ کر رہے ہیں تب میرے دل میں خیال پیدا ہُوا کہ مَیں نے بارگاہِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ٹکڑے کھائے ہیں انہی کے نام پر پلا ہُوں ان کے دروازے کا اُدنیٰ چوکیدار ہُوں اگر چوکیدار چور کو آتے دیکھ کر غفلت سے کام لے تو مجرم ہے اس وقت میرا خاموش رہنا واقعی جُرم ہے۔ اللہ تعالےٰ کے کرم اور حضور سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رحمت پر بھروسہ کر کے اس طرف توجّہ کی۔ اس کتاب کے تین باب ہوں گے۔ پہلے باب میں قرآن کریم کی اصطلاحات بیان ہوں گی جس میں بتایا

Marfat.com

جاوے گا کہ قرآن کریم میں کون کون سا لفظ کس کس جگہ کس کس معنی میں آیا ہے۔ دُوسرے باب میں قواعد قرآنیہ بیان ہوں گے جسمیں ترجمہ قرآن کرنے کے قاعدے عرض کئے جاوینگے۔ جس سے ترجمہ میں غلطی نہ ہو تیسرے باب میں کل مسائل قرآنیہ۔ اس باب میں وُہ مسائل بھی بیان ہونگے جو آجکل مختلف فیہ ہیں جن مسائل کی وجہ سے دیوبندی وہابی عام مسلمین کو مشرک و کافر کہتے ہیں انہیں صریح آیات سے ثابت کیا جاویگا تاکہ پتہ لگے کہ یہ مسائل قرآن میں صراحتہً موجود ہیں اور مخالفین غلط ترجمہ سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام علم القرآن لترجمۃ الفرقان رکھتا ہوں اپنے ربّ کریم سے اُمید قبولیّت ہے جو کوئی اس کتاب سے فائدہ اُٹھائے۔ وُہ مجھ گنہگار کے لئے دُعا کرے کہ رَبّ تعالیٰ اُسے میرے گناہوں کا کفارہ اور توشہ آخرت بنائے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

سرپرست: مدرسۂ غوثیّہ نعیمیّہ

گجرات (پاکستان)

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ دوشنبہ مبارک

Marfat.com

مقدّمہ

ترجمہ قرآن سے پہلے اس قاعدے کو یاد رکھنا ضروری ہے

آیاتِ قرآنیہ تین طرح کی ہیں بعض وُہ جن کا مطلب عقل وفہم سے وَرا ہے جس تک دماغوں کی رسائی نہیں۔ انہیں **متشابہات** کہتے ہیں ان میں سے بعض تو وُہ ہیں جنکے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے جیسے الٓمّٓ۔ حٰمٓ۔ الٓرٰ وغیرہ انہیں **مقطّعات** کہا جاتا ہے بعض وُہ آیات ہیں جنکے معنی تو سمجھ میں آتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا مطلب کیا ہے کیونکہ ظاہری معنی بنتے نہیں جیسے :

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ط ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۝	تم جدھر مُنہ کرو ادھر اللہ کا وجہ (مُنہ) ہے۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر رب نے عرش پر استوا فرمایا۔

وَجہ کے معنی چہرہ۔ یَدْ کے معنی ہاتھ۔ استوا کے معنی برابر ہوتا ہے مگر یہ چیزیں رب کی شان کے لائق نہیں لہٰذا متشابہات میں سے ہیں اس قسم کی آیتوں پر ایمان لانا ضروری ہے مطلب بیان کرنا درست نہیں اور دُوسری قسم کی آیات کو آیات صفات کہتے ہیں۔

بعض آیات وُہ ہیں جو اس درجہ کی مخفی نہیں۔ انہیں قرآنی اصطلاح میں محکمات کہتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے :

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ	ربّ وُہ ہے جس نے آپ پر کتاب اُتاری اسکی کچھ آیات صفات معنی آرائی ہیں وُہ کتاب کی اصل ہیں اور دُوسری وُہ ہیں جنکے معنی میں اشتباہ ہے وُہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وُہ اشتباہ والی

Marfat.com

تَأْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۔	کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اسکے معنیٰ ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے ۔

ان محکمات میں بعض آیات وُہ ہیں جنکے معنیٰ بالکل صاف وصریح ہیں جن کے سمجھنے میں کوئی دُشواری نہیں ہوتی جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الخ فرما دو وُہ اللہ ایک ہے۔ انہیں نصوص قطعیہ کہا جاتا ہے اور بعض آیات وُہ ہیں جن میں نہ تو متشابہات کی سی پوشیدگی ہے کہ ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکے نہ نصوصِ قطعیہ کی طرح ظہور ہے کہ تامّل کرنا ہی نہ پڑے۔ اس قسم کی آیتوں میں تفسیر کی ضرورت ہے۔ بغیر تفسیر کے صرف ترجمہ کبھی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی چار صُورتیں ہیں تفسیر قرآن بالقرآن۔ کیونکہ خود قرآن بھی اپنی تفسیر کرتا ہے پھر تفسیر قرآن بالحدیث کیونکہ قرآن کو جیسا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سمجھا دُوسرا نہیں سمجھ سکتا پھر تفسیر قرآن بالاجماع یعنی علماء کا جس مطلب پر اتفاق ہُوا وُہی درست ہے پھر تفسیر قرآن باقوال مجتہدین، ان تمام تفسیروں میں پہلی قسم کی تفسیر بہت مقدم ہے کیونکہ جب خود کلام فرمانے والا رب تعالیٰ ہی اپنے کلام کی تفسیر فرما دے تو اور طرف جانا ہرگز درست نہیں اگر پچاس آیتوں میں ایک مضمون کچھ اجمال کے ساتھ بیان ہُوا ہو۔ اور ایک آیت میں اس کی تفصیل کر دی گئی ہو تو یہ آیت ان پچاس آیتوں کی تفسیر ہوگی اور ان پچاس کا وہی مطلب ہوگا جو اس آیت نے بیان کیا۔ مثال سمجھو ربّ تعالیٰ نے بہت جگہ اہل کتاب کو مخاطب فرمایا ہے یا ان کا ذکر کیا ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ۚ	فرما دو کہ اے کتاب والو آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پُوجیں ۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کا ذکر بہت جگہ ہے مگر پتہ یہ نہ لگتا تھا کہ کتاب سے کونسی مرتب مُراد ہے اور اہلِ کتاب کون لوگ ہیں کیونکہ قرآن کو بھی کتاب کہا گیا ہے اور باقی تمام انسانی اور رحمانی کتابوں کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ ہم نے قرآن سے اس کی تفسیر پوچھی تو خود قرآن نے فرمایا

وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ ط	اور وُہ لوگ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے۔

اس آیت نے ان تمام آیتوں کی تفسیر فرما دی اور بتا دیا کہ اہلِ کتاب نہ ہندو، سکھ ہیں کہ اُن کے پاس آسمانی کتاب ہی نہیں۔ نہ مسلمان مُراد ہیں کیونکہ اس کتاب سے پہلی آسمانی کتابیں مُراد ہیں صرف عیسائی، یہودی یعنی انجیل و توریت کے ماننے والے مُراد ہیں۔

اسی طرح قرآن شریف نے جگہ جگہ صراطِ مستقیم یعنی سیدھے راستہ اختیار کرنیکا حکم دیا ہے۔

وَھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔	یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو دُوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔

مگر ان آیات میں نہ بتایا کہ سیدھا راستہ کونسا ہے۔ ہم نے قرآن سے پُوچھا تو اس نے اس کی تفسیر کی ہے۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ لا	ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اس آیت نے بتایا کہ قرآن میں جہاں کہیں سیدھا راستہ بولا گیا ہے۔ اس سے وُہ دین اور وُہ مذہب مُراد ہے جو اولیاء اللہ علمائے دین، صالحین کا مذہب ہو یعنی مذہب اہلسنّت نئے دین و مذہب ٹیڑھے راستہ ہیں اگرچہ اس مذہب کے بانی سارا قرآن ہی پڑھ کر ثابت کریں کہ یہ مذہب سچّا ہے جیسے قادیانی، دیوبندی، شیعہ وغیرہ۔ اسی طرح قرآن شریف نے جگہ جگہ غیر اللہ کو پکارنے سے منع فرمایا اور پکارنے والے پر کفر و شرک کا فتویٰ دے دیا۔

Marfat.com

وَلَاتَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنۡفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیۡنَ ○ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَا كَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ. وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مَا یَمۡلِكُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِیۡرٍ ○

اور خدا کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پھر اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو گے اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو غیر خدا کو پکارتے ہیں اور غائب ہو گئے ان سے وُہ جنہیں پہلے یہ پکارتے تھے تم خدا کے سوا جسے پُکارتے ہو وُہ چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں جن میں غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا گیا بلکہ پکارنیوالوں کو مشرک کہا گیا اگر ان آیتوں کو مطلق رکھا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ حاضر، غائب، زندہ، مُردہ کسی کو نہ پکارو۔ لیکن یہ معنیٰ خود قرآن کی دُوسری آیات کے بھی خلاف ہیں اور عقل کے بھی خود قرآن کریم نے فرمایا:

اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ[1] وَالرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡكُمۡ[2] فِیۡۤ اُخۡرٰكُمۡ ثُمَّ ادۡعُهُنَّ یَاۡتِیۡنَكَ سَعۡیًا[3]۔

انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو اور رسُول تم کو پچھلی جماعت میں پکارتے تھے اے ابراہیم پھر ان ذبح کئے ہوئے مُردہ جانوروں کو پکارو وہ تم تک دوڑتے آئیں گے۔

اس قسم کی بیسیوں آیتیں ہیں جن میں زندوں اور مُردوں کے پُکارنے کا ذکر ہے۔ نیز ہم دن رات ایک دُوسرے کو پُکارتے ہیں۔ نماز میں بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پکار کر سلام عرض کرتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

Marfat.com

لہٰذا ضرورت پڑی کہ ہم قرآن شریف سے ہی پوچھیں کہ ممانعت کی آیتوں میں پکارنے سے کیا مُراد ہے تو قرآن شریف نے اس کی تفسیر یُوں فرمائی۔

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ۔	اور جو کوئی اللہ کے ساتھ دُوسرے معبُود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اُس کے پاس نہیں تو اس کا حساب اُسکے ربّ کے پاس ہوگا۔
(۲) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔	اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو

اِن آیتوں نے بتایا کہ جن آیتوں میں غیر خدا کو پکارنے سے روکا گیا ہے وہاں اُسے خدا سمجھ کر پکارنا یا اللہ کے ساتھ ملا کر پکارنا مُراد ہے یعنی پُوجنا۔ لہٰذا ان آیتوں کی تفسیر سے تمام ممانعت کی آیتوں کا یہ مطلب ہوگا۔ اِس تفسیر سے مطلب ایسا صاف ہو گیا کہ کسی قسم کا کوئی اعتراض پڑ سکتا ہی نہیں نیز فرماتا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِہِمْ کٰفِرِیْنَ ۝ (پ ۲۶ ع آیت ۴)	اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خُدا کے سوا انہیں پکارے جو اس کی قیامت تک نہ سُنے اور انہیں اس کی پکار (پُوجا) کی خبر تک نہیں اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو وہ ان کے دُشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے مُنکر ہو جائیں گے۔

اِس آیت میں صاف طور پر پکارنے کو عبادت فرمایا کہ قیامت میں یہ بُت اُن مشرکوں کی عبادت یعنی اُس پکار کے منکر ہو جائینگے معلوم ہُوا کہ پکارنے سے وہی پکارنا مُراد ہے جو عبادت ہے یعنی الٰہ سمجھ کر پکارنا۔ اس لئے عام مفسّرین ممانعت کی آیات میں دُعا کے معنی پُوجا کرتے ہیں جن وہابیوں نے ممانعت کی آیتوں میں دُعا کے معنی پکار کئے اور پھر بات بنانے کے لئے اپنے گھر سے قیدیں لگائیں کہ پکارنے سے مُراد ہے دُور سے پکارنا۔ مافوق الاسباب پکار سُننے کے عقیدے

Marfat.com

سے پُکارنا یا مُردوں کو پکارنا بالکل غلط ہے اوّلاً تو اس لئے کہ یہ قیدیں قرآن نے کہیں نہیں لگائیں۔ دُوسرے اسلئے کہ یہ تفسیر خود قرآنی تفسیر کے خلاف ہے۔ تیسرے اسلئے کہ انبیاء کرام صحابہ عظام نے مُردہ کو بھی پُکارا ہے اور دُور سے سینکڑوں میل سے پکارا ہے اور وُہ پکار سُنی گئی ہے جیساکہ باب مسائل قرآنیہ میں بیان ہوگا۔ لہٰذا یہ تفسیر باطل ہے۔

تفسیر قرآن بالقرآن کی اور مثال سمجھو کہ رَبّ تعالیٰ نے جگہ جگہ خُدا کے سوا کو ولی ماننے سے منع فرمایا بلکہ فرمایا کہ جو کوئی غیر خُدا کو ولی بنائے وُہ گمراہ ہے۔ کافر ہے مشرک ہے۔ فرماتا ہے:

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ — تمہارا خدا کے سوا نہ کوئی ولی ہے اور نہ مددگار۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۚ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ — ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور ولی بنائے مکڑی کی سی ہے جس نے جالا بُنا اور بے شک سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔

(پ۲۰ سُورہ عنکبوت ع ۱۵ آیت ۴۰)

پھر فرماتا ہے:-

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝ — تو کیا سمجھ رکھا ہے ان کافروں نے جنہوں نے میرے بندوں کو میرے سوا ولی بنایا۔ ہم نے کافروں کیلئے آگ تیار کی ہُوئی ہے۔

اس قسم کی بیشمار آیتیں ہیں ولی کے معنی دوست بھی ہیں اور مددگار بھی۔ مالک بھی وغیرہ۔ اگر ان آیات میں ولی کے معنی مددگار کئے جائیں۔ اور کہا جائے کہ جو خُدا کے سوا کسی کو مددگار سمجھے وُہ مشرک اور کافر ہے تو نقل و عقل دونوں کے خلاف ہے۔ نقل کے تو اس لئے کہ خود قرآن میں اللہ کے بندوں کے مددگار ہونے کا ذکر ہے رَبّ تعالیٰ فرماتا ہے؛

وَجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝	خداوندا ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی ولی اور مددگار مقرر فرمادے۔

فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝	پس اپنے نبی کا مددگار اللہ اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔
فرماتا ہے: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝	تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ مومن بندے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرتے ہیں۔
فرماتا ہے: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ	مومن مرد اور مومن عورتیں ان کے بعض بعض کے ولی ہیں۔

اس قسم کی بہت آیات ملیں گی عقل کے خلاف اسلیئے ہے کہ دنیا و دین کا قیام ایک دوسرے کی مدد پر ہی ہے۔ اگر امداد باہمی بند ہو جائے تو نہ دنیا آباد ہے نہ دین۔ پھر ایسی ضروری چیز کو رب شرک کیسے فرما سکتا ہے۔ آؤ اب اس ممانعت کی تفسیر قرآن کریم سے پوچھیں جب قرآن کریم کی تحقیق کی تو پتہ لگا کہ کسی کو ولی ماننا چار طرح کا ہے۔ جن میں سے تین قسم کا ولی ماننا تو کفر و شرک ہے اور چوتھی قسم کا ولی ماننا عین ایمان ہے۔

(۱) ربّ تعالیٰ کو کمزور جان کر کسی اور کو مددگار ماننا یعنی رب ہماری مدد نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا فلاں مددگار ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۱۱)	اور نہیں ہے اللہ کا کوئی ولی کمزوری کی بنا پر اور اس کی بڑائی بولو۔

Marfat.com

(۲) خدا کے مقابل کسی کو مددگار جاننا یعنی رب تعالیٰ عذاب دینا چاہے اور ولی بچالے فرماتا ہے

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ	یہ کفار خدا کو عاجز نہیں کرسکتے زمین میں اور نہ کوئی خدا کے مقابل ان کا ولی مددگار ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ؀	خبردار! کفار ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ ع ۵ آیت ۴۴)	اور ان کا کوئی ولی نہ ہوگا جو اللہ کے مقابل ان کی مدد کرے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ؀ (پ ۲۱ سورۂ احزاب رکوع ۱۷)	فرمادو! کہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے اگر وُہ تمہارا بُرا چاہے یا تم پر مہر فرمانا چاہے اور وُہ اللہ کے مقابل کوئی ولی نہ پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ؀	اور جس پر خدا لعنت کردے۔ اس کا مددگار کوئی نہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ۔	جسے اللہ گمراہ کردے اس کے بعد اس کا کوئی ولی نہیں۔

ان آیات میں خدا کے مقابل ولی مددگار کا انکار کیا گیا ہے ان کے علاوہ اور بہت

Marfat.com

سی ایسی ہی آیات ہیں جن میں ولی کے یہ معنیٰ ہیں :

(۳) کسی کو مددگار سمجھ کر پُوجنا یعنی ولی بمعنی معبُود ۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى	اور جنہوں نے رب کے سوا اور ولی بنائے کہتے ہیں ہم تو انہیں نہیں پُوجتے مگر اسلئے کہ ہمیں وہ اللہ سے قریب کر دیں ۔
وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۝	اور وُہ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے

اس آیت میں ولی بمعنی معبُود ہے ۔ اسلئے اس کے ساتھ عبادت کا ذکر ہے یہ تین طرح کا ولی ماننا کفر و شرک ہے اور ایسا ولی ماننے والا مشرک و مُرتد ہے ۔ چوتھی قسم کا وَلی وہ کہ کسی کو اللہ کا بندہ سمجھ کر اللہ کے حکم سے اسے مددگار مانا جائے ۔ اور اس کی مدد کو رب تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھا جاوے یہ بالکل حق ہے جس کی آیات ابھی گزر چکیں ۔

ان آیات نے تفسیر کر دی کہ ممانعت کی آیات میں پہلی تین قسم کے ولی مُراد ہیں اور ثبوت اولیاء کی آیات میں چوتھی قسم کے وَلی مُراد ہیں ۔ سُبحان اللہ ! اس قرآنی تفسیر سے کوئی اعتراض باقی نہ رہا ۔ لیکن وہابی جب اس تفسیر سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو اب ولی میں قید لگاتے ہیں کہ مافوق الاسباب کسی کو مددگار ماننا شرک ہے یہ تفسیر نہایت غلط ہے اوّلاً تو اسلئے کہ مافوق الاسباب کی قید ان کے گھر سے لگی ہے ۔ قرآن میں نہیں ہے دُوسرے اسلئے کہ یہ تفسیر قرآن کے خلاف ہے جو ہم نے عرض کی ۔ تیسرے یہ کہ اللہ کے بندے مافوق الاسباب مدد کرتے ہیں ۔ جس کی آیات باب مسائل قرآنیہ میں عرض ہونگی ۔ غرضیکہ یہ تفسیر باطل ہے اور قرآنی تفسیر بالکل صحیح ہے ۔

یہ تفسیر قرآن بالقرآن کی چند مثالیں عرض کیں ۔

تفسیر قرآن بالحدیث کی بہت سی مثالیں ہیں ۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے :

Marfat.com

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔	نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور رکوع کرنیوالوں کیساتھ رکوع کرو۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ	لوگوں پر اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج ہے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اس کے علاوہ تمام احکام کی آیتیں تفصیل اور تفسیر چاہتی ہیں مگر قرآن کریم نے ان کی نہ مکمل تفسیر فرمائی نہ تفصیل نماز کے اوقات، رکعات کی تعداد، زکوٰۃ کے نصاب اور خود زکوٰۃ کی تعداد اور شرائط، روزے کے فرائض و ممنوعات حج کے شرائط و ارکان تفصیلاً نہ بتائے، ان آیات میں ہم حدیث کے محتاج ہوئے اور تمام تفاصیل وہاں سے معلوم کیں غرضیکہ تفصیل طلب آیات میں بغیر تفسیر کے ترجمہ بے فائدہ بلکہ خطرناک ہے۔ اور تفسیر محض اپنی رائے سے نہیں ہو سکتی ہم اپنی اس کتاب میں ترجمہ کرنے کے قواعد، بعض ضروری قرآنی مسائل اور قرآن کریم کی کچھ ضروری اصطلاحیں بیان کریں گے مگر ہر چیز کی تفسیر خود قرآن شریف سے پیش کریں گے اگر تائید میں کوئی حدیث بھی پیش کی جاوے تو اُسے بھی قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے گا کیونکہ آجکل اس طرف استدلال کو مسلمان بہت پسند کرتے ہیں اور اس سے زیادہ مانوس ہیں۔ ضرورت زمانہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پر قلم اُٹھایا گیا ہے۔

Marfat.com

پہلا باب

اصطلاحاتِ قرآنیہ

قرآن شریف میں بعض الفاظ کسی خاص معنیٰ میں استعمال فرمائے گئے ہیں کہ اگر اس کے علاوہ ان کے دُوسرے معنی کئے جائیں تو قرآن کا مقصد بدل جاتا ہے یا فوت ہوجاتا ہے ان اصطلاحوں کو بہت یاد رکھنا چاہیئے تاکہ ترجمہ میں دھوکہ نہ ہو۔

ایمان

ایمان امن سے بنا ہے جس کے لغوی معنی امن دینا ہے اصطلاحِ شریعت میں ایمان عقائد کا نام ہے جنکے اختیار کرنے سے انسان دائمی عذاب سے بچ جاوے جیسے توحید، رسالت، حشر ونشر، فرشتے، جنت، دوزخ اور تقدیر کو ماننا وغیرہ وغیرہ جس کا کچھ ذکر اس آیت میں ہے

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔

سب مومن اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اسکے رسُولوں پر ایمان لائے اور وُہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے رسُولوں میں فرق نہیں کرتے۔

لیکن اصطلاحِ قرآن میں ایمان کی اصل جس پر تمام عقیدوں کا دار و مدار ہے یہ ہے کہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو دل سے اپنا حاکم مطلق مانے۔ اپنے کو ان کا غلام تسلیم کرے کہ مومن کے جان، مال، اولاد سب حضور کی ملک ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا سب مخلوق سے زیادہ ادب واحترام کرے۔ اگر اس کو مان لیا تو توحید اور کُتب، فرشتے وغیرہ تمام ایمانیات کو مان لیا اور اگر اس کو نہ مانا تو اگرچہ توحید، فرشتے، حشر نشر، جنّت و دوزخ سب کو مانے

86095 68595

Marfat.com

مگر قرآن کے فتوے سے وُہ مومن نہیں بلکہ کافر و مشرک ہے۔ ابلیس پکّا موحّد، نمازی، ساجد تھا۔ فرشتے، قیامت، جنّت و دوزخ سب کو مانتا تھا مگر ربّ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ شیطان کافروں میں سے ہے۔ کیوں؟ صرف اسلئے کہ نبی کی عظمت کا قائل نہ تھا۔ غرض ایمان کا مدار قرآن کے نزدیک عظمتِ مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ہے۔ ان آیات میں یہی اصطلاح استعمال ہوئی۔

۱۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

اے محبوب! تمہارے ربّ کی قسم! یہ سارے توحید والے اور دیگر لوگ اس وقت تک مومن نہ ہونگے جبتک کہ تم کو اپنا حاکم نہ مانیں اپنے سارے اختلاف و جھگڑوں میں پھر تمہارے فیصلے سے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور رضا و تسلیم اختیار کریں۔

پتہ چلا کہ صرف توحید کا ماننا ایمان نہیں اور تمام چیزوں کا ماننا ایمان نہیں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حاکم ماننا ایمان ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۲۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○

لوگوں میں بعض وُہ (منافق) بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے مگر وہ مومن نہیں۔

دیکھو اکثر منافق یہودی تھے جو خدا کی ذات و صفات اور قیامت وغیرہ کو مانتے تھے مگر اُنہیں رب نے کافر فرمایا کیونکہ وُہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہیں مانتے تھے اسلئے انہوں نے اللہ کا اور قیامت کا نام تو لیا مگر حضور مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام نہ لیا۔ ربّ نے انہیں مومن نہیں مانا۔ فرماتا ہے:

۳۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

Marfat.com

اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝	ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھُوٹے ہیں۔

پتہ چلا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فقط زبانی طور پر معمُولی طریقہ سے مان لینے کا دعویٰ کر دینا مومن ہونے کیلئے کافی نہیں۔ انہیں دل سے ماننے کا نام ایمان ہے۔ سبحان اللہ! قول سچّا مگر قائل جھُوٹا کیونکہ یہاں دل کی گہرائیوں سے دیکھا جاتا ہے ؎

ما دروں را بنگریم و حال را
ما بروں را ننگریم و قال را

۴ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ (احزاب)	اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق ہے کہ جب اللہ اور رسُول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

اس آیت نے بتایا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حُکم کے سامنے مومن کو اپنی جان کے معاملات کا بھی اختیار نہیں۔ یہ آیت زینب بنت جحش کے نکاح کے بارے میں نازل ہُوئی کہ وُہ حضرت زید کے ساتھ نکاح کرنے کو تیار نہ تھیں مگر حضور علیہ السّلام کے حکم سے نکاح ہو گیا ہر مومن حضور علیہ السّلام کا غلام اور ہر مومنہ اُن سرکار کی لونڈی ہے۔ یہ ہے حقیقت ایمان۔

۵ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔	نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مومنوں کے انکی جان سے بھی زیادہ مالک ہیں اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں

جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہماری جان سے بھی زیادہ ہمارے مالک ہوئے تو ہماری اولاد مال کے بدرجہ اولیٰ مالک ہیں:

Marfat.com

۶ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝	اے ایمان والو! اپنی آوازیں ان نبی کی آواز پر اُونچی نہ کرو۔ نہ ان کی بارگاہ میں ایسے چیخ کر بولو جیسے بعض بعض کیلئے خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

پتہ چلا کہ ان کی تھوڑی سی بے ادبی کرنے سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور اعمال کی بربادی کفر وارتداد سے ہوتی ہے معلوم ہُوا کہ ان کی ادنی گستاخی کفر ہے

۷ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ۔	فرما دو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم کافر ہو چکے مُسلمان ہو کر۔

جن منافقین کا اس آیت میں ذکر ہے انہوں نے ایک دفعہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علمِ غیب کا مذاق اُڑایا تھا کہ بھلا حضور کب روم پر غالب آسکتے ہیں۔ اس گستاخی کو رب کی آیتوں کی گُستاخی قرار دے کر ان کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ کس نے ؟ کسی مولوی نے ؟ نہیں ! بلکہ خود اللہ جلّ شانہٗ نے۔

۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝	اے ایمان والو! میرے پیغمبر سے راعنا نہ کہا کرو اُنظرنا کہا کرو خوب سُن لو اور کافروں کے لیئے دردناک عذاب ہے۔

اس سے پتہ لگا کہ جو کوئی توہین کے لئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں ایسا لفظ بولے۔ جس میں گُستاخی کا شائبہ بھی نکلتا ہو۔ وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے (جیسے راعنا)۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ ربّ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن میں ہر جگہ یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر پکارا۔ موحد یا نمازی یا مولوی یا فاضل دیوبند کہہ کر نہ پکارا تاکہ پتہ لگے کہ رَبّ تعالےٰ کی تمام نعمتیں ایمان سے ملتی ہیں اور ایمان کی حقیقت وُہ ہے جو ان آیتوں میں بیان ہُوئی یعنی غلامی سرکارِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ توحید نوٹ کا کاغذ ہے اور نبوّت اس کی مہُر جیسے نوٹ کی قیمت سرکاری مہُر سے ہے۔ اس کے بغیر وُہ قیمتی نہیں اسی طرح ایمان کے نوٹ کی قیمت بازارِ قیامت میں جب ہی ہوگی جب اس پر حضور کے نام کی مہُر لگی ہو۔ ان سے مُنہ موڑ کر توحید کی کوئی قیمت نہیں۔ اسی لئے کلمۂ ایمان میں حضور علیہ السّلام کا نام ہے اور قبر میں توحید کا اقرار کرانے کے بعد حضُور کی پہچان ہے۔ خیال رہے کہ حدیث و قرآن میں بھی مسلمانوں کو موحّد نہ کہا گیا بلکہ مومن ہی سے خطاب فرمایا۔

اسلام

اسلام سلم سے بنا جس کے معنیٰ ہیں صُلح۔ جنگ کا مقابل۔ رَبّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا ط — اگر وُہ صُلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اسطرف جھک جاؤ۔

لہٰذا اسلام کے معنی ہوئے صُلح کرنا۔ مگر عرف میں اسلام کے معنی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ قرآن شریف میں یہ لفظ کبھی تو ایمان کے معنی میں آتا ہے اور کبھی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کیلئے۔ ان آیات میں اسلام بمعنی ایمان ہے۔

۱۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ط	پسندیدہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔
۲۔ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ	اس رب نے تمہارا نام مُسلم رکھا۔
۳۔ مَا کَانَ اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ط	ابراہیم علیہ السّلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی لیکن وُہ حنیف ایمان والے تھے۔

Marfat.com

۴ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰىکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

فرما دو کہ تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ۔ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو۔

۵ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ

مجھے مومن اٹھا اور صالحوں سے ملا اور ہم میں سے

۶ وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝

کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی تلاش کر لی۔

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات میں اسلام ایمان کے معنیٰ میں ہے۔ لہٰذا جیسے ایمان کا دارومدار اُمّت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچی غلامی پر ہے، ایسے ہی اسلام کا مدار بھی اس سرکار کی غلامی پر ہے لہٰذا حضور کی عظمت کا منکر نہ مومن ہے نہ مسلمان۔ جیسے شیطان نہ مومن ہے نہ مسلم بلکہ کافر و مشرک ہے۔

بعض آیات میں اسلام بمعنی اطاعت آیا ہے۔ جیسے

۱ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ ۝

اُس اللہ کے فرمانبردار ہیں تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہر ایک اس کا مطیع ہے یعنی تکوینی احکام ہیں۔

یہاں قانتین نے اَسْلَمَ کی تفسیر کر دی کیونکہ ساری چیزیں ربّ تعالیٰ کی تکوینی اُمور میں مطیع تو ہیں مگر سب مومن نہیں۔ بعض کافر بھی ہیں۔ مِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ وَّمِنْکُمْ کَافِرٌ۔

۲ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ۔

اے منافقو! یہ نہ کہو کہ تم ایمان لے آئے بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کر لی اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

منافق مسلم بمعنی مطیع تو تھے مومن نہ تھے۔

Marfat.com

۳۔ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۙ

تو جب دونوں ابراہیم و اسمٰعیل نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا (ذبح کیلئے) اور ہم نے

۴۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جب فرمایا ابراہیم سے انکے رب نے مطیع ہو جاؤ عرض کیا کہ میں اللہ رب العالمین کا فرمانبردار ہوا۔

ان دونوں آخری آیات میں اسلام کے معنی ایمان نہیں بن سکتے کیونکہ انبیاء پیدائشی مومن ہوتے ہیں ان کے ایمان لانے کے کیا معنی ؟

ان آیات میں اسلام بمعنی اطاعت ہے۔ پہلی آیت میں تکوینی امور کی اطاعت مراد ہے جیسے بیماری۔ تندرستی۔ موت۔ زندگی وغیرہ۔ آخری دوسری دو آیات میں تشریعی احکام کی اطاعت مراد ہے لہذا منافق مومن نہ تھے مسلم تھے یعنی مجبوراً اسلامی قوانین کے مطیع ہوگئے تھے

تقویٰ

قرآن کریم میں یہ لفظ بہت استعمال ہوا ہے بلکہ ایمان کے ساتھ تقویٰ کا اکثر حکم آتا ہے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا بھی ہیں اور بچنا بھی۔ اگر اس کا تعلق اللہ تعالیٰ یا قیامت کے دن سے ہو تو اس سے ڈرنا مراد ہوتا ہے کیونکہ رب سے اور قیامت سے کوئی نہیں بچ سکتا جیسے

۱۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو!

۲۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا ۔

اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے نہ بدلا دے گا۔

اور اگر تقویٰ کے ساتھ آگ یا گناہ کا ذکر ہو تو وہاں تقویٰ سے بچنا مراد ہوگا جیسے

۳۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ

اور اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں

Marfat.com

اگر تقویٰ کے بعد کسی چیز کا ذکر نہ ہو نہ رب تعالیٰ کا، نہ دوزخ کا تو وہاں دونوں معنی یعنی ڈرنا اور بچنا درست ہیں جیسے

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ — ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں

فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ — پس صبر کرو بیشک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے

قرآن کی اصطلاح میں تقویٰ کی دو قسمیں ہیں۔ تقوائے بدن اور تقویٰ دل۔ تقویٰ بدن کا مدار اطاعت خدا اور رسول پر ہے۔ فرماتا ہے:۔

۱۔ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ — تو جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ان پر نہ خوف ہے نہ وُہ غمگین ہوں گے"۔

۲۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ۝ — ولی اللہ وُہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے۔ اگر اللہ کی اطاعت کرو گے تو تمہارے لیے فرق بنا دے گا۔

ولی تقویٰ کا دارومدار اس پر ہے کہ اللہ کے پیاروں بلکہ جس چیز کو ان سے نسبت ہو جاوے اس کی تعظیم و ادب دل سے کرے۔ تبرکات کا بے ادب ولی پرہیزگار نہیں ہو سکتا۔ فرماتا ہے:

۱۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ — جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کی پرہیزگاری سے ہے۔

۲۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۝ — اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو اس کیلئے اس کے رب کے ہاں بہتری ہے۔

یہ بھی قرآن کریم ہی سے پوچھو کہ شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیاں کیا چیز ہیں فرماتا ہے:

Marfat.com

۳ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط	صفا اور مروہ پہاڑ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو کوئی بیتُ اللہ کا حج کرے یا عمرہ اس پر گناہ نہیں کہ ان پہاڑوں کا طواف کرے۔

صفا اور مروہ وُہ پہاڑ ہیں جن پر حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں سات بار چڑھیں اور اُتریں۔ اس اللہ والی کے قدم پڑ جانے کی برکت سے یہ دونوں پہاڑ شعائرُ اللہ بن گئے اور تا قیامت حاجیوں پر اس پاک بی بی کی نقل اُتارنے میں ان پر چڑھنا اور اُترنا سات بار لازم ہوگیا۔ بزرگوں کے قدم لگ جانے سے وُہ چیز شعائرُ اللہ بن جاتی ہے فرماتا ہے:

۴ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى	تم لوگ مقامِ ابراہیم کو جا ءِ نماز بناؤ۔

مقامِ ابراہیم وُہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظّمہ کی تعمیر کی۔ وُہ بھی حضرت خلیل کی برکت سے شعائرُ اللہ بن گیا۔ اور اس کی تعظیم ایسی لازم ہوگئی کہ طواف کے نفل اس کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا سنّت ہوگئے کہ سجدہ میں سر اُس پتھر کے سامنے جھکے۔

جب بزرگوں کے قدم پڑ جانے سے صفا مروہ اور مقامِ ابراہیم شعائرُ اللہ بن گئے اور قابلِ تعظیم ہوگئے تو قبورِ انبیاء و اولیاء جس میں یہ حضرات دائمی قیام فرما ہیں۔ یقیناً شعائرُ اللہ ہیں اور ان کی تعظیم لازم ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

۵ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ	پس لوگ بولے کہ ان اصحابِ کہف پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔
وَقَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ہ	اور وُہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

اصحابِ کہف کے غار پر جو ان کا آرام گاہ ہے۔ گذشتہ مسلمانوں نے مسجد بنائی اور

Marfat.com

رب نے ان کے کام پر ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔ پتہ لگا کہ وہ جگہ شعائر اللہ بن گئی۔ جس کی تعظیم ضروری ہو گئی۔

۶۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۝	اور قربانی کے جانور (ہدی) ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنائے تمہارے لئے ان میں خیر ہے

جو جانور قربانی کے لئے یا کعبہ معظّمہ کیلئے نامزد ہو جائے وہ شعائر اللہ ہے اس کا احترام چاہیئے جیسے قرآن کا جزدان اور کعبہ کا غلاف اور زمزم کا پانی۔ مکہ شریف کی زمین۔ کیوں؟ اسلئے کہ ان کو رب یا رب کے پیاروں سے نسبت ہے۔ اس سب کی تعظیم ضروری ہے فرماتا ہے۔

۷۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝	میں اس شہر مکہ معظّمہ کی قسم فرماتا ہوں حالانکہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔
۸۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ	قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا پہاڑ کی اور اس امانت والے شہر مکہ شریف کی بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور کہو معافی دیں ہم بخش دیں گے

طور سینا پہاڑ اور مکہ معظّمہ اسلئے عظمت والے بن گئے کہ طور کو کلیم اللہ سے اور مکہ معظّمہ کو حبیب اللہ صلوٰۃ علیہما وسلام سے نسبت ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے پیاروں کی چیزیں شعائر اللہ ہیں جیسے قرآن شریف، خانہ کعبہ، صفا مروہ پہاڑ، مکہ معظّمہ، بیت المقدس، طور سینا، مقابر اولیاء اللہ و انبیاء کرام، آب زمزم وغیرہ اور شعائر اللہ کی تعظیم و توقیر قرآنی فتوے سے دلی تقویٰ ہے جو کوئی نمازی روزہ دار تو ہو مگر اس کے دل میں تبرکات کی تعظیم نہ ہو۔ وہ دلی پرہیزگار نہیں۔

ان آیاتِ قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں تقویٰ کا ذکر ہے وہاں یہ تقویٰ دلی یعنی متبرک چیزوں کی تعظیم ضرور مراد ہے۔ یہ آیاتِ کریمہ تقویٰ کی تمام آیات کی تفسیر ہیں جہاں

Marfat.com

تقویٰ کا ذکر ہو۔ وہاں یہ قید ضروری ہے۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ

بیشک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ کے نزدیک پست کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

معلوم ہُوا کہ مجلس میں حضور مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا احترام تقویٰ ہے کیونکہ یہ بھی شعائر اللہ ہے اور شعائر اللہ کی حُرمت دلی تقویٰ ہے۔ ایمان جڑ ہے اور تقویٰ اس کی شاخیں پھل وہی کھا سکتا ہے جو ان دونوں کی حفاظت کرے۔ اسیطرح بخشش کے پھل اسی کو نصیب ہوں گے جو ایمان اور تقویٰ دونوں کا حامل ہو۔

کُفر

کُفر کے معنی چھُپانا اور مٹانا ہے اسی لئے جُرم کی شرعی سزا کو کفارہ کہتے ہیں کہ وُہ گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ ایک دوا کا نام کافور ہے کہ وُہ اپنی تیز خوشبو سے دُوسری خوشبوؤں کو چھُپا لیتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا

اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ مٹا دیں گے اور تم کو اچھی جگہ میں داخل کرینگے

قرآن شریف میں یہ لفظ چند معنوں میں استعمال ہُوا ہے ناشکری انکار اسلام سے نکل جانا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ

اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دیں گے اور اگر تم

Marfat.com

اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝ | ناشکری کروگے تو ہمارا عذاب سخت ہے۔
۲۔ وَاشْکُرُوْلِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۝ | میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو۔
۳۔ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ | فرعون نے موسیٰ علیہ السّلام سے کہا کہ تم نے اپنا وہ کام کیا جو کیا اور تم ناشکرے تھے

ان آیات میں کفر بمعنی ناشکری ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی | پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط گرہ پکڑ لی۔
۲۔ یَکْفُرُ بَعْضُکُمْ بِبَعْضٍ وَّیَلْعَنُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا | اسدن تمہارے بعض بعض کا انکار کرینگے اور بعض بعض پر لعنت کرینگے
۳۔ وَلَوْ کَانُوْا بِعِبَادَتِہِمْ کٰفِرِیْنَ ۝ | یہ معبودان باطلہ ان کی عبادت کے انکاری ہوجاویں گے۔

ان تمام آیات میں کفر بمعنی انکار ہے نہ کہ اسلام سے پھر جانا۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ قُلْ یٰۤاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ | فرمادو کافرو میں تمہارے معبودوں کو نہیں پوجتا۔
۲۔ فَبُہِتَ الَّذِیْ کَفَرَ۔ | پس وُہ کافر (نمرود) حیران رہ گیا۔
۳۔ وَالْکٰفِرُوْنَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ | اور کافر لوگ ظالم ہیں۔
۴۔ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (مائدہ) | وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا۔ اللہ عیسیٰ ابن مریم ہیں۔
۵۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ | بہانے نہ بناؤ۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوچکے۔
۶۔ فَمِنْہُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْہُمْ مَّنْ کَفَرَ۔ | ان میں سے بعض ایمان لے آئے بعض کافر رہے۔

ان جیسی اور بہت سی آیات میں کفر ایمان کا مقابل ہے جس کے معنی ہیں بے ایمان ہوجانا۔ اسلام سے نکل جانا۔ اس کفر میں ایمان کے مقابل تمام چیزیں معتبر ہوں گی یعنی جن چیزوں کا ماننا ایمان

Marfat.com

تھا۔ ان میں سے کسی کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔ لہٰذا کُفر کی صدہا قسمیں ہوں گی۔ خدا کا انکار کفر۔ اس کی توحید کا انکار یعنی شرک۔ یہ بھی کفر۔ اسی طرح فرشتے، دوزخ و جنّت، حشر نشر، نماز، روزہ قرآن کی آیتیں، غرضیکہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں مختلف قسم کے کافروں کی تردید فرمائی گئی ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ شرک کی بحث میں آویگا۔

حقیقت کُفر: جیسے کہ صدہا چیزوں کے ماننے کا نام ایمان تھا لیکن ان سب کا مدار صرف ایک چیز پر تھا یعنی پیغمبر کو ماننا کہ جس نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کما حقّہٗ مان لیا۔ اس نے سب کچھ مان لیا۔ اسی طرح کفر کا مدار صرف ایک چیز پر ہے یعنی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انکار، ان کی عظمت کا انکار، ان کی شان اعلیٰ کا انکار۔ اصل کفر تو یہ ہے۔ باقی تمام اس کی شاخیں ہیں مثلاً جو ربّ کی ذات یا صفات کا انکار کرتا ہے وہ بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا منکر ہے کہ حضور نے فرمایا۔ اللہ ایک ہے یہ کہتا ہے کہ دو ہیں اسی طرح نماز روزہ وغیرہ کسی ایک کا انکار درحقیقت حضور کا انکار ہے کہ وُہ سرکار فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں فرض ہیں وُہ کہتا ہے کہ نہیں اسی لئے نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ادنیٰ توہین ان کی کسی شئے کی توہین قرآنی فتوے سے کُفر ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۝

اور وُہ کفّار کہتے ہیں کہ ہم بعض پیغمبروں پر ایمان لائینگے اور بعض کا انکار کریں گے اور چاہتے ہیں کہ ایمان وکفر کے بیچ میں کوئی راہ نکالیں یہی لوگ یقیناً کافر ہیں

۲۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

کافروں ہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۳۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان ہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی صرف کافر کو دردناک عذاب ہے اور صرف اسے دردناک عذاب ہے جو رسول اللہ

Marfat.com

صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایذا دے ۔ لہٰذا پتہ لگا کہ صرف وُہ ہی کافر ہے جو رسُول کو ایذا دے اور جو حضور کی عظمت واحترام، خدمت، اطاعت کرے وُہ سچّا مومن ہے ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وُہ جنہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جگہ دی اور انکی مدد کی وُہ سچے مسلمان ہیں ان کیلئے بخشش ہے اور عزّت کی روزی ۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے :

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو مخالفت کرے اللہ اور اُسکے رسول کی تو اس کے لئے جہنّم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا ۔ یہ بڑی رُسوائی ہے ۔

بلکہ جس اچھے کام میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کا لحاظ نہ ہو بلکہ انکی مخالفت ہو وُہ کفر بن جاتا ہے اور جس بُرے کام میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت ہو وُہ ایمان بن جاتا ہے مسجد بنانا اچھا کام ہے لیکن منافقین نے جب مسجد ضرار حضور کی مخالفت کرنے کی نیّت سے بنائی تو قرآن نے اُسے کفر قرار دیا ہے ۔ فرماتا ہے :

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ (الآیۃ)

اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کیلئے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور رسول کا مخالف ہے ۔

نماز توڑنا گناہ ہے لیکن حضور کے بُلانے پر نماز توڑنا گناہ نہیں ہے بلکہ عبادت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے :

Marfat.com

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ.	اے ایمان والو! اللہ رسُول کا بلاوا قبول کرو جب وہ تمہیں بلائیں اسلئے کہ وُہ تمہیں زندگی بخشتے ہیں

اسی لئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آواز پر اُونچی آواز کرنے اور حضور علیہ السّلام کی ادنیٰ گستاخی کرنے کو قرآن نے کفر قرار دیا۔ جسکی آیات ایمان کی بحث میں گزر چکیں۔ شیطان کے پاس عبادات کافی تھیں مگر جب اس نے آدم علیہ السّلام کے متعلق کہا کہ

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ.	میں ان سے اچھا ہُوں کہ تُو نے مجھے آگ سے اور انہیں مٹی سے پیدا کیا رب نے فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردُود ہوگیا

تو فوراً کافر ہوگیا اور مُوسیٰ علیہ السّلام کے جادوگروں نے مُوسیٰ علیہ السّلام کا ادب کیا کہ جادُو کرنے سے پہلے عرض کیا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۝	عرض کیا کہ اے مُوسیٰ یا پہلے آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں۔

اس اجازت لینے کے ادب کا نتیجہ یہ ہُوا کہ انہیں ایک دن میں ایمان، کلیم اللہ کی صحابیّت، تقویٰ، صبر، شہادت نصیب ہُوئی۔ رب نے فرمایا:

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝	جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔

یعنی خود سجدے میں نہیں گرے بلکہ رب کی طرف سے ڈال دیئے گئے۔ کافر کے دل میں حضور کا ادب آجائے تو انشاء اللہ مومن ہوجائے گا۔ اگر مومن کو بے ادبی کی بیماری ہوجائے تو اس کے ایمان چھوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ یُوسف علیہ السّلام کے بھائی قصُور مند تھے مگر بے ادب نہ تھے۔ آخر بخش دیئے گئے۔ قابیل یعنی آدم علیہ السلام کا بیٹا جُرم کے ساتھ نبی کا گستاخ بھی تھا۔ لہٰذا خاتمہ خراب ہُوا۔

Marfat.com

شرک

شرک کے لغوی معنی ہیں حصّہ یا ساجھا۔ لہٰذا شریک کے معنی ہیں حصّہ دار یا ساجھی۔

ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا ان بتوں کا ان آسمانوں اور زمین میں حصّہ ہے۔

۲۔ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ۔

کیا تمہارے مملوک غلاموں میں سے کوئی شریک ہے اس میں جو ہم نے تمہیں دیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو۔ ان غلاموں سے تم ایسا ڈر رہے جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو۔

۳۔ رَجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ

ایک وُہ غلام جس میں برابر کے چند شریک ہوں اور ایک وُہ غلام جو ایک ہی آدمی کا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں

ان آیتوں میں شرک اور شریک لغوی معنی میں استعمال ہُوا ہے یعنی حصّہ، ساجھا اور حصّہ دار و ساجھی۔ لہٰذا شرک کے لغوی معنی ہیں کسی کو خُدا کے برابر جاننا۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنی میں استعمال ہُوا ہے۔ شرک بمعنی کفران آیات میں آیا۔

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

اللہ تعالیٰ اس جرم کو نہ بخشے گا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے اسکے سوا جس کو چاہے بخشدے گا۔

۲۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا۔

نکاح نہ کرو مشرکوں سے یہانتک کہ ایمان لے آویں

۳۔ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

مومن غلام مشرک سے اچھا ہے۔

۴۔ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔

مشرکوں کو یہ حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں اپنے پر کفر کی گواہی دیتے ہوئے۔

Marfat.com

ان آیات میں شرک سے مُراد ہر کفر ہے کیونکہ کوئی بھی کفر بخشش کے لائق نہیں اور کسی کافر مرد سے مومنہ عورت کا نکاح جائز نہیں اور ہر مومن ہر کافر سے بہتر ہے خواہ مشرک ہو جیسے ہندو یا کوئی اور جیسے یہودی، پارسی، مجوسی۔

دُوسرے معنیٰ کا شرک یعنی کسی کو خُدا کے برابر جاننا کُفر سے خاص ہے۔ کُفر اس سے عام یعنی ہر شرک کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں جیسے ہر کوّا کالا ہے مگر ہر کالا کوّا نہیں، ہر سونا پیلا ہے مگر ہر پیلا سونا نہیں لہٰذا دہریہ کافر ہے مشرک نہیں اور ہندو مشرک بھی ہے کافر بھی۔

قرآن شریف میں، شرک اکثر اسی معنیٰ میں استعمال ہُوا ہے۔ جیسے

۱۔ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا	ان دونوں نے خدا کے برابر کر دیا اس نعمت میں جو ربّ تعالیٰ نے انہیں دی۔
۲۔ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝	میں تمام بُرے دینوں سے بیزار ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہُوں۔
۳۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝	بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔
۴۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ	ان میں سے بہت سے لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر وُہ مشرک ہوتے ہیں

ان جیسی صدہا آیتوں میں شرک اس معنیٰ میں استعمال ہُوا ہے یعنی کسی کو خدا کے مُساوی جاننا۔

شرک کی حقیقت: شرک کی حقیقت ربّ تعالیٰ سے مساوات پر ہے یعنی جبتک کسی کو رب کے برابر نہ جانا جائے تب تک شرک نہ ہوگا اسی لیئے قیامت میں کفّار اپنے بُتوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	خدا کی قسم ہم کھُلی گمراہی میں تھے کہ تم کو رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

Marfat.com

اس برابر جاننے کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کو خدا کا ہم جنس مانا جائے جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے چونکہ اولاد باپ کی ملک نہیں ہوتی بلکہ باپ کی ہم جنس اور مساوی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ماننے والا مشرک ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ○

یہ لوگ بولے کہ اللہ نے بچے اختیار فرمائے، پاکی ہے اسکے لئے بلکہ یہ اللہ کے عزت والے بندے ہیں

۲۔ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۔

یہودی بولے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی بولے کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

۳۔ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ○

بنا دیا ان لوگوں نے اللہ کیلئے اسکے بندوں میں سے ٹکڑا بے شک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔

۴۔ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ○

انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے۔

۵۔ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ○

کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں بنالیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔

۶۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ

اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑلیں جہالت سے۔

۷۔ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى

یہ کفار فرشتوں کا نام عورتوں کا سا رکھتے تھے۔

ان جیسی بہت سی آیتوں میں اسی قسم کا شرک مراد ہے یعنی کسی کو رب کی اولاد ماننا۔ دوسرے یہ کہ کسی کو رب تعالیٰ کی طرح خالق مانا جائے جیسے کہ بعض کفار عرب کا عقیدہ

Marfat.com

تھا کہ خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق دُوسرا رب' اب بھی پارسی یہی مانتے ہیں خالق خیر کو یزدان اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں۔ یہ وُہی پُرانا مُشرکانہ عقیدہ ہے یا بعض کفار کہتے تھے کہ ہم اپنے بُرے اعمال کے خود خالق ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بُری چیزوں کا پیدا کرنا بُرا ہے لہٰذا اس کا خالق کوئی اور چاہیئے۔ اس قسم کے مُشرکوں کی تردید کے لئے یہ آیات آئیں۔ خیال رہے کہ بعض عیسائی تین خالقوں کے قائل تھے جن میں سے ایک عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ ان تمام کی تردید میں حسب ذیل آیات ہیں:

۱۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ.	اللہ نے تم کو اور تمہارے سارے اعمال کو پیدا کیا۔
۲۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝	اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔
۳۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ. خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝	اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا۔ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کی درمیان کی چیزوں کو پیدا فرمایا اور وُہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔
۴۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ.	بے شک کافر ہو گئے وُہ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔
۵۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ.	بیشک کافر ہو گئے وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے۔
۶۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا.	اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں بگڑ جاتے
۷۔ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ.	یہ اللہ کی مخلوق ہے پس مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا تم نے کیا پیدا کیا۔

ان جیسی تمام آیتوں میں اسی قسم کے شرک کا ذکر ہے اور اسی کی تردید ہے۔ اگر یہ مشرک غیر خدا کو خالق نہ مانتے ہوتے تو ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ ان معبودوں کی مخلوق دکھاؤ درست نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ خود زمانہ کو مؤثر مانا جائے اور خدا کی ہستی کا انکار کیا جائے جیسا کہ بعض مشرکین عرب کا عقیدہ تھا۔ موجودہ دہریہ انہی کی یادگار ہیں ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱؎ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ	وُہ بولے وُہ تو نہیں مگر یہ ہی ہماری دُنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور اانہیں اس کا علم نہیں۔

اس قسم کے دہریوں کی تردید کے لئے تمام وُہ آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ عالم کی عجائبات میں غور کرو کہ ایسی حکمت والی چیزیں بغیر خالق کے نہیں ہوسکتیں۔

۱؎ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝	ڈھکتا ہے رات سے دن کو اس میں نشانیاں ہیں فکر والوں کے لئے۔
۲؎ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ	بیشک آسمان وزمین کی پیدائش اوردن رات کے گھٹنے بڑھنے میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔
۳؎ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝	اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کیلئے اور خود تمہاری ذاتوں میں ہیں تو تم دیکھتے کیوں نہیں۔
۴؎ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ۔	کیا یہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسا اُونچا کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑا گیا اور زمین کیطرف کہ کیسے بچھائی گئی۔

Marfat.com

اس قسم کی بیسیوں آیات میں ان دہریوں کی تردید ہے۔

چوتھے یہ عقیدہ کہ خالق ہر چیز کا تو رب ہی ہے مگر وہ ایک بار پیدا کر کے تھک گیا۔ اب کسی کام کا نہیں رہا۔ اب اسکی خدائی کو چلانیوالے یہ ہمارے معبودین باطلہ ہیں اس قسم کے مشرکین عجیب بکواس کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ چھ دن میں آسمان زمین پیدا ہوئے اور ساتواں دن اللہ نے آرام کا رکھا تھکن دور کرنے کو۔ اب بھی وہ آرام ہی کر رہا ہے چنانچہ فرقہ تعطیلیہ اسی قسم کے مشرکوں کی یادگار ہے ان کی تردید ان آیات میں ہے:

۱۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۔

اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن میں بنایا اور ہم کو تھکن نہ آئی۔

۲۔ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۝

تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔

۳۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى۔

اور کیا ان لوگوں نے غور نہ کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور انہیں پیدا کر کے نہ تھکا۔ وہ قادر اس پر بھی ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔

۴۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۝

اسکی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔

اس قسم کے مشرکوں کی تردید کیلئے اس جیسی کئی آیات ہیں جن میں فرمایا گیا کہ ہم کو عالم کے بنانے میں کسی قسم کی کوئی تھکاوٹ نہیں پہنچتی۔ اس قسم کے مشرک قیامت کے منکر اسلئے بھی تھے کہ وہ سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ دنیا پیدا فرما کر حق تعالیٰ کافی تھک چکا ہے اب دوبارہ کیسے

Marfat.com

بارے میں فرمایا گیا:

۱ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝
۲ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ
يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝
۳ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ
۴ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝
۵ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝
۶ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ
يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ
مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ

اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں کہ کس نے آسمان
زمین پیدا کئے اور کام میں لگائے سورج اور چاند
تو وہ کہیں گے اللہ نے، تو فرماؤ کہ کیوں بھولے جاتے ہیں
فرماؤ کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضے میں ہے
جو پناہ دیتا ہے اور پناہ نہیں دیا جاتا۔ بتاؤ اگر تم
جانتے ہو تو کہیں گے۔ اللہ ہی کی ہے کہو پھر کہاں تم پر جادو پڑا جاتا ہے
اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے
تو کہیں گے کہ انہیں غالب جاننے والے اللہ نے پیدا کیا ہے
فرماؤ کس کی ہے زمین اور اس کی چیزیں اگر تم جانتے
ہو۔
تو کہیں گے اللہ کی فرماؤ کہ تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے۔
فرماؤ کہ سات آسمان اور بڑے عرش کا رب کون
ہے؟
تو کہیں گے اللہ کا ہے۔ فرماؤ کہ تم ڈرتے کیوں نہیں
فرماؤ تمہیں آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے
یا کان آنکھ کا کون مالک ہے اور کون زندے کو
مُردے سے اور مُردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور
کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے تو کہیں گے اللہ!

Marfat.com

فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○

فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں ؟

ﵻ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے سورج و چاند تابعدار کیا تو کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ تم کدھر پھرے جاتے ہو۔

ﵻ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ،

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا پس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا تو کہیں گے اللہ نے۔

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ یہ پانچویں قسم کے مشرک اللہ تعالیٰ کو سب کا خالق، مالک، زندہ کرنے والا، مارنے والا، پناہ دینے والا عالم کا مدبّر مانتے تھے۔ مگر پھر مشرک تھے یعنی ذات صفات کا اقرار کرنے کے باوجود مشرک رہے کیوں؟ یہ بھی قرآن سے پوچھئے۔ قرآن فرماتا ہے کہ ان عقائد کے باوجود وہ دو سبب سے مشرک تھے ایک یہ کہ وہ صرف خدا کو عالم کا مالک نہیں مانتے تھے بلکہ اللہ کو بھی اور دوسرے اپنے معبودوں کو بھی۔ یہاں للہ میں لام ملکیّت کا ہے یعنی وہ اللہ کی ملکیّت مانتے تھے مگر اکیلے کی نہیں بلکہ ساتھ ہی دوسرے معبودوں کی بھی۔ اسی لئے وہ یہ نہ کہتے تھے کہ ملکیّت و قبضہ صرف اللہ کا ہے، اوروں کا نہیں۔ بلکہ وہ کہتے تھے اللہ کا بھی ہے اور دوسروں کا بھی۔ دوسرے اسلئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ اکیلا یہ کام نہیں کرتا بلکہ ہمارے بتوں کی مدد سے کرتا ہے۔ خود مجبور ہے اسی لئے ان دونوں عقیدوں کی تردید کے لئے حسب ذیل آیات ہیں:

ﵺ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ

اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے اولاد نہ بنائی اور نہ اس کے

Marfat.com

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔

ملک میں کوئی شریک ہے اور نہ کوئی کمزوری کی وجہ سے اُس کا ولی مددگار ہے تو اُس کی بڑائی بولو

اگر یہ مشرکین ملک اور قبضہ میں خُدا کے سوا کسی کو شریک نہیں مانتے تھے تو یہ تردید کس کی ہو رہی ہے اور کس سے یہ کلام ہو رہا ہے۔ فرماتا ہے:

۲۔ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

دوزخ میں مشرکین اپنے بتوں سے کہیں گے اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ کیونکہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے ہیں۔

اَیہ مشرک مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو ہر شئے کا خالق، مالک بلا شرکت غیرے مانتے تھے تو برابری کرنے کے کیا معنی ہیں۔ فرماتا ہے:

۳۔ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝

کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو اُن کو ہم سے بچاتے ہیں وہ اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی کوئی یاری ہو۔

اِس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید کی ہے کہ ہمارے معبُود ہمیں خُدا سے مقابلہ کر کے بچا سکتے ہیں:

۴۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

بلکہ انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں فرما دو کہ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں۔ فرما دو ساری شفاعتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اِس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے معبُود بغیر اذنِ الٰہی

Marfat.com

ڈھونس کی شفاعت کر کے ہمیں اس کے غضب سے بچا سکتے ہیں اسی لئے اس جگہ بتوں کے مالک نہ ہونے اور رب کی ملکیت کا ذکر ہے یعنی ملک میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کے ہاں کوئی شفیع نہیں ہے۔

۵ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ۔

اور پوجتے ہیں وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو جو نہ انہیں نقصان دیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شفیع ہیں اللہ کے نزدیک۔

اس آیت میں بھی مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے بت ڈھونس کی شفاعت کریں گے۔ کیونکہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ اس کی ملک میں اور عالم کا کام چلانے میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرب کا شرک ایک ہی طرح کا نہ تھا بلکہ اسکی پانچ صورتیں تھیں:

خالق[۱] کا انکار اور زمانہ کو موثر ماننا۔ چند[۲] مستقل خالق ماننا۔ اللہ[۳] کو ایک مان کر اس کی اولاد ماننا۔ اللہ[۴] کو ایک مان کر اسے تھکن کی وجہ سے معطل ماننا۔ اللہ[۵] کو خالق و مالک مان کر اسے دوسرے کا محتاج ماننا۔ جیسے اسمبلی کے ممبر شاہان موجودہ کیلئے اور انہیں ملکیت اور خدائی میں دخیل ماننا۔ ان پانچ کے سوا اور چھٹی قسم کا شرک ثابت نہیں۔

ان پانچ قسم کے مشرکین کے لئے پانچ ہی قسم کی تردیدیں قرآن میں آئی ہیں جن پانچوں کا ذکر سورہ اخلاص میں اس طرح ہے کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ میں دہریوں کا رد کہ اللہ عالم کا خالق ہے۔ اَحَدٌ میں ان مشرکوں کا رد جو عالم کے دو خالق مستقل مانتے تھے۔ تاکہ عالم کا کام چلے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ میں ان مشرکین کا رد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

Marfat.com

وحضرت عزیر علیہ السّلام کو رَبّ تعالیٰ کا بیٹا یا فرشتوں کو رَبّ تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے. وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ میں ان لوگوں کا رَدّ جو خالق کو تھکا ہُوا مان کر مدبّرِ عالم اَوروں کو مانتے تھے۔

اعتراض: مشرکین عرب بھی اپنے بُتوں کو خُدا کے ہاں سفارشی اور خدا رسی کا وسیلہ مانتے تھے اور مُسلمان بھی نبیوں، ولیوں کو شفیع اور وسیلہ مانتے ہیں تو وُہ کیوں مُشرک ہوگئے اور یہ کیوں مومن رہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: دو طرح فرق ہے کہ مشرکینِ خدا کے دُشمنوں یعنی بُتوں وغیرہ کو سفارشی اور وسیلہ سمجھتے تھے جو کہ واقعہ میں ایسے نہ تھے اور مومنین اللہ کے محبُوبوں کو شفیع اور وسیلہ سمجھتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہوئے اور یہ مومن رہے جیسے گنگا کے پانی اور بُت کے پتّھر کی تعظیم، ہولی، دیوالی، بنارس، کاشی کی تعظیم شرک ہے مگر آبِ زمزم، مقامِ ابراہیم، رمضان، محرّم، مکّہ معظّمہ، مدینہ طیّبہ کی تعظیم ایمان ہے۔ حالانکہ زمزم اور گنگا جل دونوں پانی ہیں مقامِ ابراہیم اور سنگِ اسود۔ اور بُت کا پتّھر دونوں پتّھر ہیں وغیرہ وغیرہ، دُوسرے یہ کہ وہ اپنے معبُودوں کو خُدا کے مقابل دھونس کا شفیع مانتے تھے اور جبری وسیلہ مانتے تھے. مومن انبیا اور اولیاء کرامات کا محض بندہ محض اعزازی طور پر خدا کے اذن وعطا سے شفیع یا وسیلہ مانتے ہیں۔ اذن اور مقابلہ ایمان وکفر کا معیار ہے۔

۲ **اعتراض**: مشرکین عرب کا شرک صرف اسلئے تھا کہ وُہ مخلوق کو فریادرس مشکلکشا، شفیع، حاجت روا۔ دور سے پکار سننے والا، عالم غیب وسیلہ مانتے تھے وُہ اپنے بُتوں کو خالق، مالک، رازق، قابض موت وحیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت کرتے تھے۔ قرآن کے فتوے سے وُہ مشرک ہوئے۔ لہٰذا

Marfat.com

موجودہ مسلمان جو نبیوں، ولیوں کے لئے یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں. وُہ انہیں کی طرح مُشرک ہیں اگرچہ انہیں خُدا کا بندہ مان کر ہی کریں چُونکہ یہ کام مافوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے. مشرک ہُوئے.

جواب: یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے. جبتک ربّ تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ مانا جاوے، شرک نہیں ہوسکتا. وُہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے تھے. مومن ربّ تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے لہٰذا وہ مومن ہے. ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں قرآنی آیات مُلاحظہ ہوں.

عیسےٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں باذنِ الٰہی مُردوں کو زندہ، اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کرسکتا ہوں. میں باذنِ الٰہی ہی مٹی کی شکل میں پھُونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھُ تم گھر میں کھاؤ یا بچاؤ بتا سکتا ہُوں. یوسف علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری قمیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو. انہیں آرام ہوگا. جبریل علیہ السّلام نے حضرت مریم سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا. ان تمام میں مافوق الاسباب مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھُ آگیا. حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بیجان بچھڑے میں جان ڈال دی. یہ مافوق الاسباب زندگی دینا ہے. حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کا عصا دم میں لاٹھی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا. آپ کے ہاتھ کی برکت سے. حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں لے آئے. حضرت سلیمان علیہ السّلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سُن لی. حضرت یعقوب علیہ السّلام نے کنعان بیٹھے ہوئے یُوسف علیہ السّلام کو سات قفلوں سے بند مقفل کوٹھڑی میں بُرے ارادے سے بچایا. حضرت ابراہیم السلام نے رُوحوں کو حج کیلئے پکارا.

Marfat.com

اور تا قیامت آنے والی رُوحوں نے سُن لیا۔ یہ تمام معجزات قرآنِ کریم سے ثابت ہیں جنکی آیات انشاء اللہ باب احکام قرآنی میں پیش کی جائیں گی۔ یہ تو سب شرک ہوگئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں جو اسباب سے ورا ہو۔ اگر ما فوق الاسباب تصرّف ماننا شرک ہوجاوے تو ہر معجزہ وکرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء واولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور ربّ کے مقابل ماننا شرک ہے۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بیک وقت تصرّف کرتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ	فرمادو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دیگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔
۲۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ	یہانتک کہ جب انکے پاس ہمارے قاصد آئینگے انہیں موت دینے

ابلیس ملعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کیلئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ بھی اور اسکی ذریّت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۳۔ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔	وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

جو فرشتے قبر میں سوال وجواب کرتے ہیں جو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے وُہ سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وُہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں اور یہ تمام کام ما فوق الاسباب ہیں۔ جواہر القرآن کے اس فتوے سے اسلامی عقائد شرک ہوگئے۔ فرق وُہ ہی ہے جو عرض کیا گیا کہ ربّ کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور ربّ کے خدام اور بندوں میں باذنِ الٰہی ربّ کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے۔

Marfat.com

بدعت

بدعت کے لغوی معنیٰ ہیں نئی چیز اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں دین میں نیا کام جو ثواب کیلئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہو تو حرام ہے اور اگر اسکے خلاف نہ ہو تو درست یہ دونوں معنیٰ قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے :

۱۔ بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔	وُہ اللہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد فرمانیوالا ہے ۔
۲۔ قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ ۔	فرما دو کہ میں انوکھا رسُول نہیں ہُوں ۔

ان دونوں آیتوں میں بدعت لغوی معنیٰ میں استعمال ہُوا ہے یعنی انوکھا نیا ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے :

وَجَعَلۡنَا فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ رَاۡفَةً وَّرَحۡمَةً ؕ وَرَهۡبَانِيَّةَ ۨابۡتَدَعُوۡهَا مَا كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوۡهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡهُمۡ اَجۡرَهُمۡ ۚ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ۝	اور عیسیٰ علیہ السّلام کے پیروُوں کے دل میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھی اور ترک دنیا یہ بات جو انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا ۔ جیسا اُسکے نباہنے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت فاسق ہیں

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ عیسائیوں نے رہبانیّت اور تارک الدّنیا ہونا اپنی طرف سے ایجاد کیا ۔ رب تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم نہ دیا ۔ بدعت حسنہ کے طور پر انہوں نے یہ عبادت ایجاد کی ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدعت کا ثواب دیا مگر جو اسے نباہ نہ سکے یا جو ایمان سے پھر گئے وُہ عذاب کے مستحق ہو گئے ۔ معلوم ہُوا کہ دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں ثواب کا باعث ہیں مگر انہیں ہمیشہ کرنا چاہیئے ۔ جیسے چھ کلمے ۔ نماز میں زبان سے نیّت قرآن کے رکُوع وغیرہ علم ۔ حدیث ۔ محفل میلاد شریف اور ختم بزرگان کہ یہ دینی چیزیں اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے زمانے کے بعد ایجاد ہوئیں مگر چونکہ دین کے خلاف نہیں اور ان سے دینی فائدہ ہے لہٰذا باعثِ ثواب ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اُسے بہت ثواب ہوگا ؛

اِلٰـہٗ

قرآن شریف کی اصطلاحوں میں سے ایک اصطلاح لفظ الٰہ بھی ہے۔ اسکی پہچان مسلمان کے لئے بہت ہی ضروری ہے کیونکہ کلمہ میں اسی کا ذکر ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں نماز شروع کرتے ہی پڑھتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ یا اللہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں غرضیکہ ایمان اور نماز بلکہ سارے اعمال اسی کی پہچان پر موقوف ہیں اگر ہمیں الٰہ کی خبر نہ ہو تو دوسروں سے نفی کس چیز کی کریں گے اور ربّ تعالیٰ کیلئے ثبوت کس چیز کا کرینگے۔ غرضیکہ اسکی معرفت بہت اہم ہے۔

الٰہ کے متعلق ہم تین چیزیں عرض کرتے ہیں :

(۱)۔ الٰہ کے معنیٰ وہابیوں نے کیا سمجھے اور اس میں کیا غلطی کی۔ (۲) الٰہ ہونے کی پہچان شریعت اور قرآن میں کیا ہے یعنی کیسے پہچانیں کہ الٰہ حق کون ہے اور الٰہ باطل کون (۳)۔ الوہیّت کا مدار کس چیز پر ہے یعنی وہ کونسی صفات ہیں جن کے مان لینے سے اُسے الٰہ ماننا پڑتا ہے۔ ان تینوں باتوں کو بہت غور سے سوچنا چاہیئے۔

(۱)۔ وہابیوں نے الٰہ کا مدار دو چیزوں پر سمجھا ہے۔ علم غیب اور ما فوق الاسباب حاجات میں تصرّف یعنی جس کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہ غیب کی بات جان لیتا ہے یا وہ بغیر ظاہری اسباب کے عالم میں تصرّف یعنی عملدرآمد کرتا ہے حاجتیں پوری اور مشکلیں حل کرتا ہے۔ وہی الٰہ ہے۔ دیکھو جواہر القرآن صفحہ ۱۱۲ (قانون لفظ الٰہ) مصنّفہ مولوی غلام اللہ خاں صاحب اس سے ان کا مقصود

Marfat.com

یہ ہے کہ عام مسلمان انبیاء اولیاء کو عالم غیب بھی مانتے ہیں اور ما فوق الاسباب متصرف بھی۔ لہٰذا یہ لوگ کلمہ کے ہی منکر ہیں اور مشرک ہیں۔

لیکن یہ معنی بالکل غلط، قرآن کے خلاف، خود وہابیہ کے عقیدوں کے خلاف، صحابہ کرام اور عام مسلمین کے عقائد کے خلاف ہیں۔ اسلئے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرشتے باذن پروردگار عالم میں تصرّف کرتے ہیں کوئی زندوں کو مُردہ کرتا ہے (ملک الموت) کوئی ماں کے پیٹ میں بچّہ بناتا ہے۔ کوئی بارش برساتا ہے کوئی حساب قبر لیتا ہے اور یہ سارے کام ما فوق اسباب ہیں۔ تو وہابیہ کے نزدیک یہ سارے الٰہ ہوگئے اسی طرح انبیاء کرام ما فوق اسباب حاجتیں پُوری کرتے ہیں مشکلیں حل کرتے ہیں عیسےٰ علیہ السّلام اندھوں کوڑھوں کو اچّھا اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یُوسف علیہ السّلام اپنی قمیص سے باذن پروردگار نابینا آنکھ کو بینا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب الٰہ ٹھہرے اور ان کا ماننے والا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا منکر ہُوا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام گھر میں کھائی بچائی چیزوں کی خبریں دیتے تھے۔ آصف برخیا تخت بلقیس آن کی آن میں شام میں لے آتے ہیں یہ بھی الٰہ ہوئے۔ غرضیکہ اس تعریف سے کوئی قرآن کا ماننے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ شاید جواہر القرآن والے نے یہ تعریف سوتے میں لکھی ہے یا نشہ میں۔

مذکورہ بالا امور کی آیات انشاء اللہ تیسرے باب میں پیش ہوں گی۔

(۲)۔ الٰہ برحق کی بڑی پہچان صرف یہ ہے کہ جسکو نبی کی زبان الٰہ کہے وُہ الٰہ برحق ہے اور جسکی الوہیت کا پیغمبر انکار کریں وُہ الٰہ باطل ہے۔ تمام کافروں نے سُورج، چاند، تاروں، پتھروں کو الٰہ کہا۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کا انکار کیا۔ سارے جھُوٹے اور نبی سچّے، رَبّ تعالیٰ کی الوہیت کا سارے فرعونیوں نے انکار کیا۔ کلیم اللہ صلوٰت اللہ علیہ وسلامہٗ نے اقرار کیا۔ سارے فرعونی جھُوٹے اور موسیٰ علیہ السّلام سچّے۔ الٰہ کی پہچان اس سے اعلیٰ ناممکن ہے۔

Marfat.com

نبی اللہ کی دلیل مطلق اور بُرہانِ ناطق ہیں آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝	پس جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے وُہ بولے کہ ہم ایمان لائے جہانوں کے رب پر۔ جو رب ہے حضرت مُوسیٰ و ہارون کا۔

ربّ العالمین کی پہچان یہ بتائی کہ جو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السّلام کا رب ہے ورنہ فرعون کہہ سکتا تھا کہ ربّ العالمین تو مَیں ہُوں۔ یہ مجھ پر ایمان لا رہے ہیں فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا۔

۲۔ اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝	میں حضرت موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لایا۔

اس نے بھی رب تعالیٰ کی معرفت بذریعہ ان دو پیغمبروں کے کی اگرچہ اس کا ایمان اس لئے قبول نہ ہُوا کہ عذاب دیکھ کر ایمان لایا جب ایمان کا وقت گزر چکا تھا۔

۳۔ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ	جب فرمایا یعقوب علیہ السّلام نے اپنے بیٹوں سے کہ میرے بعد کسے پوجو گے؟ تو وُہ بولے کہ آپ کے اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم اسمٰعیل اور اسحاق علیہ السلام کے ربّ کی عبادت کریں گے۔

ان بزرگوں نے بھی سچے اللہ کی پہچان یہی عرض کی کہ جو پیغمبروں کا بتایا ہُوا اللہ ہے وُہی سچا ہے جیسے دُھوپ آفتاب کی بڑی دلیل ہے ایسے ہی انبیاء کرام نور الٰہی کی تجلّی اولیٰ ہیں ان کا فرمان ربّ تعالیٰ کی قوی بُرہان ہے اگر کوئی نبی کا فرمان چھوڑ کر اپنی عقل و دانش سے خدا کو پہچانے نہ وُہ مومن ہے نہ موحّد۔

Marfat.com

لفظ اِلٰہ کی تحقیق

اِلٰہ اِلٰہٌ سے بنا جس کے لغوی معنی ہیں انتہائی بلندی یا حیرانی۔ اِلٰہ وہ جو انتہائی بلند و برتر ہو یا جسکی ذات یا صفات میں مخلوق کی عقل حیران رہ جائے۔ قرآن کی اصطلاح میں اِلٰہ بمعنی مستحق عبادت ہے یعنی معبود۔ جہاں کہیں اِلٰہ آوے اس کے معنی معبود ہونگے۔ لا اِلٰہ نہیں ہے کوئی مستحق عبادت اِلّا اللہ، خدا کے سوا۔ مستحق عبادت وُہ جس میں یہ صفات ہوں۔ پیدا کرنا۔ رزق زندگی موت کا مالک ہونا۔ خود مخلوق کی صفات سے پاک ہونا جیسے کھانا۔ پینا۔ مرنا۔ سونا۔ مخلوق ہونا۔ کسی عیب کا حامل ہونا وغیرہ۔ دانا غیب مطلق ہونا۔ عالم کا مالک حقیقی ہونا وغیرہ فرماتا ہے:

۱۔ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِھَۃً مِّنَ الْاَرْضِ ھُمْ یُنْشِرُوْنَ ؀	کیا انہوں نے زمین میں سے معبود بنالیئے وُہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔

یعنی چونکہ ان بتوں میں پیدا کرنے کی قابلیّت نہیں وُہ تو خود مخلوق ہیں لہٰذا وُہ خدا نہیں۔

۲۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اُسے نہ اُونگھ آوے نہ نیند اس کی ہی وُہ چیزیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں
۳۔ وَمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ۔	اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے۔ یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا۔
۴۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً لَّا	انہوں نے خدا کے سوا اور خدا ٹھہرالیئے جو کچھ نہیں

Marfat.com

یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِہِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا ۝	پیدا کرتے اور خود پیدا کیۓ جاتے ہیں اور نہیں مالک ہیں اپنی جانوں کیلئے نقصان و نفع کے اور نہیں مالک ہیں مرنے جینے کے اور نہ اُٹھنے کے۔

ان جیسی بہت سی آیات سے یہ ہی پتہ لگتا ہے کہ الٰہ حقیقی ہونے کا مدار مذکورہ بالا صفات پر ہے. مشرکین کے بُتوں اور اللہ تعالیٰ کے دیگر بندوں میں چونکہ یہ صفات موجود نہیں ہیں اور مخلوق کی صفتیں موجود ہیں جیسے کھانا پینا. مرنا. سونا. صاحب اولاد ہونا. لہٰذا وُہ الٰہ نہیں ہو سکتے.

وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ اور عیسیٰ السلام کی ماں بہت سچی تھیں یہ دونوں کھانا کھاتے تھے

یعنی مسیح اور ان کی والدہ صاحبہ چونکہ کھانا کھاتے لہٰذا الٰہ نہیں.

مشرکین عرب نے اپنے معبودوں میں چونکہ حسب ذیل باتیں مانیں لہٰذا انہیں الٰہ مان لیا اور مشرک ہو گئے.

(۱). ربّ تعالیٰ کے مقابل دوسروں کی اطاعت کرنا حق سمجھ کر یعنی ان کا معبود جو کہے وہی حق ہے. خواہ ربّ کے خلاف ہی ہو.

۱۔ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ھَوٰىہُ اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًا ۝	تو دیکھو تو جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا الله بنا لیا تو کیا تم اسکی نگہبانی کے ذمّہ دار ہو گۓ.
۲۔ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰـہًا وَّاحِدًا ۝	عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا اور مسیح بیٹے مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک خدا کو پوجیں.

ظاہر ہے کہ عیسائیوں نے نہ تو اپنی خواہش کو نہ اپنے پادریوں کو خدا مانا مگر چونکہ ربّ تعالیٰ

Marfat.com

کے مقابلہ میں ان کی اطاعت کی اسلئے انہیں گویا الٰہ بنالیا۔

(۲) کسی کو یہ سمجھنا کہ یہ ہم کو رب تعالیٰ کے مقابلہ میں اس سے بچالے گا یعنی وُہ عذاب دینا چاہے تو یہ نہ دینے دیں۔

۱۔ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝

کیا اُن کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہمارے مقابل ہم سے بچالیں وُہ تو اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے۔

(۳) کسی کو دھونس کا شفیع سمجھنا کہ رب تعالیٰ کے مقابل اس کی مرضی کیخلاف ہمیں اس سے چھڑا لیگا۔

۱۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۝

کیا انہوں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں فرمادو کہ کیا اگرچہ وُہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرمادو کہ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

۲۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط

وُہ کون ہے جو رب کے پاس اسکی اجازت کے بغیر شفاعت کرسکے

(۳) کسی کو شفیع سمجھ کر پُوجنا اسے تعبدی سجدہ کرنا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔

اور وُہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو پُوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے نزدیک۔

(۴)۔ کسی کو خدا کی اولاد ماننا، پھر اس کی اطاعت کرنا۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط

اور بنایا ان مشرکین نے جنات کو اللہ کا شریک حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا اور بنایا اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں۔

Marfat.com

غرضیکہ الٰہ کا مدار صرف اسی پر ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر ماننا اور برابری کی وُہ ہی صُورتیں ہیں جو اُوپر کی آیات سے معلوم ہُوئیں۔ ہم مخلوق کو سمیع، بصیر، زندہ، قادر، مالک، وکیل، حاکم، شاہد اور متصرّف مانتے ہیں مگر مشرک نہیں کیونکہ کسی کو ان صفات میں ربّ تعالیٰ کی طرح نہیں مانتے۔

اعتراض: ربّ تعالیٰ بتوں اور نبیوں، ولیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○	اور ان کے لئے کوئی اختیار نہیں اللہ پاک اور برتر ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ کسی کو اختیار ماننا ہی شرک ہے تم بھی نبیوں، ولیوں کو اختیار مانتے ہو تم نے اُنہیں الٰہ بنالیا۔

جواب: یہاں اختیار سے مُراد پیدا کرنے کا اختیار ہے اسی لئے فرمایا گیا۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ وَمَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ۔	آپ کا رب جو چاہے پیدا کرے اور اختیار فرمائے انہیں کوئی اختیار نہیں۔

یا اختیار سے مُراد ہے رب تعالیٰ کے مقابل اختیار ورنہ تم بھی بادشاہوں، حاکموں کو با اختیار مانتے ہو۔ اسی لئے ان سے ڈرتے ہو۔

اعتراض: رب تعالیٰ نے نبیوں، ولیوں اور بُتوں کے لئے فرمایا:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ۔	وُہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے نہ نفع۔

معلوم ہُوا کہ کسی کو نافع اور ضار ماننا اسے الٰہ ماننا ہے اور تم بھی نبیوں، ولیوں کو نافع اور ضار مانتے ہو تم بھی مشرک ہُوئے۔

Marfat.com

جواب: ان جیسی آیات میں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں نافع ماننا مُراد ہے کہ رب تعالےٰ چاہے ہمیں نقصان پہنچانا اور یہ ہمیں نفع پہنچا دیں۔ اس کی تفسیر یہ آیت ہے:

وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ	اگر خدا تمہیں رسوا کرے تو اس کے بعد تمہیں مدد کون دے گا۔

ورنہ تم بھی بادشاہ حاکموں، بلکہ سانپ، بچھو، دواؤں کو نافع اور نقصان دہ مانتے ہو نیز فرماتا ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ ط وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ	اگر تجھے اللہ سختی پہنچائے تو اسکے سوا کوئی دُور کرنیوالا نہیں اور جو تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ آیت ان تمام آیتوں کی تفسیر ہے کہ نفع نقصان سے مُراد رب تعالیٰ کے مقابل نفع اور نقصان ہے۔

اعتراض: ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا ط	ابراہیم علیہ السّلام نے کہا کہ اے باپ تم اُسے کیوں پوجتے ہو جو نہ سُنے نہ دیکھے نہ تم سے کچھ مُصیبت دُور کرے

معلوم ہُوا کہ کسی کو غائبانہ پکار سُننے والا، غائبانہ دیکھنے والا، نافع وضار ماننا اُسے الٰہ ماننا ہے۔ یہ شرک ہے تم بھی نبیوں، ولیوں میں یہ صفات مانتے ہو۔ لہٰذا انہیں الٰہ مانتے ہو۔

جواب: اس آیت میں دُور سے سُننے دیکھنے کا ذکر کہاں ہے۔ یہاں تو کفّار کی حماقت کا ذکر ہے کہ وُہ ایسے پتھروں کو پُوجتے ہیں جن میں دیکھنے سُننے کی بھی طاقت نہیں یہ مطلب نہیں کہ جو سُنے دیکھے۔ وُہ خُدا ہے ورنہ پھر تو ہر زندہ انسان خُدا ہونا چاہیئے کہ وُہ سُنتا دیکھتا ہے۔ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَا اَمْ لَھُمْ اَرْجُلٌ	کیا ان بتوں کے ہاتھ ہیں جن سے وُہ پکڑیں کیا

Marfat.com

يَمْشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا	ان کے پاؤں ہیں جن سے وُہ چلیں۔ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وُہ دیکھیں۔

اس میں بھی ان کفار کی حماقت کا ذکر ہے کہ وُہ بے آنکھ، بے ہاتھ اور بے پاؤں کی مخلوق کو پُوجتے ہیں حالانکہ ان بُتوں سے خود یہ بہتر ہیں کہ ان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ تو ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جسکے آنکھ، کان ہوں۔ وُہ خُدا ہو جائے۔

اعتراض: ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط	اگر تم اُونچی بات کہو تو وُہ پوشیدہ اور چھپی باتوں کو جان لیتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ اُونچی نیچی، ظاہر، چھپی سب باتوں کو جانے، اگر کسی نبی ولی میں یہ طاقت مانی گئی تو اُسے اللہ مان لیا گیا اور شرک ہو گیا۔

جواب: خُدا کی یہ صفات ذاتی، قدیم، غیر فانی ہیں۔ اسی طرح کسی میں یہ صفات ماننا شرک ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو ظاہر پوشیدہ باتیں جاننے کی قوّت بخشی ہے۔ یہ قوت بہ عطاءِ الٰہی عارضی غیر میں ماننا عین ایمان ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ	بندہ کوئی بات مُنہ سے نہیں نکالتا مگر اسکے پاس ایک محافظ تیار بیٹھا ہے۔

یعنی اعمالنامہ لکھنے والا فرشتہ انسان کا ہر ظاہر اور پوشیدہ کلام لکھتا ہے اگر اسی فرشتے کو ہر ظاہر باطن بات کا علم نہ ہوتا تو لکھتا کیسے ہے؟

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝	اور بیشک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے جانتے ہیں ہر وُہ جو تم کرو۔

Marfat.com

پتہ لگا کہ اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے ہمارے چھپے اور ظاہر عمل کو جانتے ہیں ورنہ تحریر کیسے کریں۔

اعتراض: رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا	اور کچھ انسانوں کے مرد کچھ جنوں کے مردوں کی پناہ لیتے تھے اور اس سے ان کا اور تکبر بڑھ گیا

معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی کی پناہ لینا کفر و شرک ہے۔ فرماتا ہے:

وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ	وہ رب پناہ دیتا ہے اور اس پر پناہ نہیں دی جاتی۔

جواب: ان آیات میں رب تعالیٰ کے مقابل پناہ لینا مراد ہے نہ کہ اس کے اذن سے اسکے بندوں کی پناہ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا	اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آ جاویں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور آپ بھی انکی ان کی مغفرت کی دعا کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔

اگر یہ مراد نہ ہو تو ہم سردی گرمی میں کپڑوں مکانوں سے پناہ لیتے ہیں بیماری میں حکیم سے، مقدمہ میں حاکموں سے یہ سب شرک ہو جاوے گا۔

اعتراض: خدا کے سوا کسی کو علم غیب ماننا شرک ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ	فرما دو جو آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔

علم غیب دلیلِ الوہیت ہے جسے علم غیب مانا اُسے الٰہ مان لیا۔ جواہر القرآن۔

Marfat.com

جواب: اگر علمِ غیب دلیلِ الوہیت ہے تو ہر مومن الٰہ ہے کیونکہ ایمان بالغیب کے بغیر کوئی مومن نہیں ہوتا اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ اور بغیر علم کے ایمان ناممکن ہے اور ملک الموت ابلیس، فرشتہ کاتبِ تقدیر بھی الٰہ ہو گئے کہ ان سب کو بہت علومِ غیبیہ دیئے گئے ہیں رب فرماتا ہے:

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ	وہ ابلیس اور اس کے قبیلہ والے تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

غیب کے متعلق نفی کی آیات بھی ہیں اور ثبوت کی بھی۔ نفی کی آیات میں واجب قدیم کل ذاتی علم مراد ہے اور ثبوت کی آیات میں عطائی ممکن بعض عارضی علم مراد رب فرماتا ہے:

۱۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝	نہیں ہے کوئی خشک و تر چیز مگر وہ روشن کتاب لوحِ محفوظ میں ہے۔
۲۔ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ	قرآن لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے اس میں شک نہیں
۳۔ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ	ہم نے آپ پر قرآن اتارا تمام چیزوں کا روشن بیان

اگر کسی کو علم غیب نہیں دینا تھا تو لکھا کیوں؟ اور جب لکھا گیا تو جو فرشتے لوحِ محفوظ کے حافظ ہیں تو انہیں علم ہے یا نہیں۔ ضرور ہے تو چاہیئے کہ یہ سب الٰہ بن جائیں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ حکم صرف اللہ کا ہے:

۱۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔	نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔
۲۔ اَنْ لَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا۔	میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔
۳۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝	اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

تو چاہیئے کہ وکیل ہونا، حکم ہونا، حسیب ہونا، الوہیت کی دلیل ہو۔ جسے وکیل مانا۔ اُسے

Marfat.com

خدا مان لیا سے

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد!

وَلِی

لفظ وَلِی ۔ وَلْیٌ یا وَلَایَۃٌ سے بنا ہے ۔ وَلْیٌ کے معنی قرب اور ولایت کے معنی حمایت ہیں لہٰذا وَلِی کے لغوی معنی قریب، والی، حمایتی ہیں ۔ قرآن شریف میں یہ لفظ اتنے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ دوست[۱] ۔ قریب[۲] ۔ مددگار[۳] ۔ والی ۔ وارث[۴] ۔ معبود[۵] ۔ مالک[۶] ۔ ہادی[۸] ۔

۱۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝

تمہارا دوست یا مددگار صرف اللہ اور اسکے رسُول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

۲۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ۔

ہم ہی تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت میں ۔

۳۔ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ۝

پس نبی کا مددگار اللہ ہے اور جبریل اور نیک مومن اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں

۴۔ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ۝

پس بنادے تو ہمارے لئے اپنے پاس سے والی اور بنادے ہمارے لئے اپنے پاس سے مددگار ۔

۵۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ ۔

نبی زیادہ قریب یا زیادہ مالک ہیں مسلمانوں کے مقابلہ ان کی جانوں کے اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں

ان آیتوں میں ولی کے معنی قریب، دوست، مددگار مالک ہیں ۔

۶۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی

Marfat.com

اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔ (پ۱۰)
راہ میں اور وُہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی ان کے بعض بعض کے وارث ہیں

اس آیت میں ولی بمعنی وارث ہے کیونکہ شروع اسلام میں مہاجر و انصار ایک دُوسرے کے وارث بنادیئے گئے تھے۔

٧ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا۔
اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہ کی۔ انہیں ان کی وراثت سے کچھ نہیں یہاں تک کہ ہجرت کریں۔

اس آیت میں بھی ولی سے مُراد وارث ہے کیونکہ اوّل اسلام میں غیر مہاجر، مہاجر کا وارث نہ ہوتا تھا۔

٨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ
اور کافر بعض بعض کے وارث ہیں۔

٩ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ۔
رشتہ دار بعض بعض کے وارث ہیں۔

١٠ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔
تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث دے جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث وجانشین ہو۔

ان آیات میں بھی ولی سے مراد وارث ہے جیساکہ بالکل ظاہر ہے۔

١١ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۔
اللہ تعالیٰ مومنوں کا حامی والی ہے کہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حامی والی شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیرے کی طرف نکالتے ہیں۔

اِس آیت میں ولی بمعنی حامی والی ہے۔ بعض آیات میں ولی بمعنی معبُود آیا ہے ملاحظہ ہو۔

١٢ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ
جنہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالئے اور کہتے

Marfat.com

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى	ہیں کہ نہیں پوجتے ہم ان کو مگر اسلئے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں ۔

اس آیت میں ولی بمعنی معبود ہے اس لیے آگے فرمایا گیا ۔ مَا نَعۡبُدُهُمۡ ۔

۱۳ اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ نُزُلًا ۔	تو کیا یہ کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو معبود بنالیں ۔ بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے ۔

اس آیت میں بھی وَلی بمعنی معبود ہے ۔ اسلیئے ان وَلی بنانے والوں کو کافر کہا گیا ۔ کیونکہ کسی کو دوست اور مددگار بنانے سے انسان کافر نہیں ہوتا جیساکہ پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا ہے ۔ معبود بنانے سے کافر ہوتا ہے :

۱۴ مَثَلُ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ كَمَثَلِ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۖۚ اِتَّخَذَتۡ بَيۡتًا (پ۲۰)	ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا ۔ مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا ۔

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے کہ یہاں کفار کی مذمت بیان ہو رہی ہے اور کافر ہی دوسروں کو معبود بناتے ہیں ۔

وَلی اللہ ۔ وَلی مِن دُونِ اللہ

وَلی بمعنی دوست یا مددگار دو طرح کے ہیں ۔ ایک اللہ کے وَلی ، دُوسرے اللہ کے مقابل وَلی ۔ اللہ کے وَلی وُہ ہیں جو اللہ سے قرب رکھتے ہیں اور اس کے دوست ہوں ، اور اسی وجہ سے دُنیا والے اُنہیں دوست رکھتے ہیں وَلی مِن دُونِ اللہ کی دو

Marfat.com

صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ خدا کے دشمنوں کو دوست بنایا جائے جیسے کافروں یا بتوں یا شیطان کو، دوسرے یہ کہ اللہ کے دوستوں یعنی نبی ولی کو خدا کے مقابل مددگار سمجھا جائے کہ خدا کا مقابلہ کر کے یہ ہمیں کام آئیں گے۔ولی اللہ کو ماننا عین ایمان ہے۔ اور ولی من دون اللہ بنانا عین کفر و شرک ہے۔ ولی اللہ کے لیئے یہ آیت ہے:

١۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ اس آیت میں ولی اللہ کا ذکر ہے۔	خبردار! اللہ کے دوست نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں
٢۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا۔
٣۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝	اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

ان دو آیتوں میں ولی من دون اللہ کا ذکر ہے۔پہلی آیت میں دشمنان خدا کو دوست بنانے کی ممانعت ہے۔دوسری میں خدا کے مقابل دوست کی نفی ہے یعنی رب تعالیٰ کے مقابل دنیا میں کوئی مددگار نہیں نہ ولی، نہ پیر، نہ نبی۔یہ حضرات جسکی مدد کرتے ہیں اللہ کے حکم اور اللہ کے ارادے سے کرتے ہیں۔

ولی یا اولیاء کے ان معانی کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے۔بے موقع ترجمہ بدعقیدگی کا باعث ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (الآیۃ) کا ترجمہ یہ کر دیا جائے کہ تمہارے معبود اللہ رسول اور مومنین ہیں تو شرک ہو گیا اور اگر مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ کے یہ معنی کر دیئے جائیں کہ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کفر ہو گیا کیونکہ قرآن نے

Marfat.com

بہت سے مددگاروں کا ذکر فرمایا ہے اس آیت کا انکار ہوگیا۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے کافروں، ملعونوں کا کوئی مددگار نہیں معلوم ہُوا کہ مومنوں کے مددگار ہیں۔

١ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا	اور جس پر خدا لعنت کردے اُسکیلئے مددگار کوئی نہ پاؤگے
٢ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ	اور جسے اللہ گمراہ کردے اسکے پیچھے کوئی مددگار نہیں
٣ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا	جسے اللہ گمراہ کردے اس کیلئے ہادی مرشد آپ نہ پائیں گے۔

دُعا

دُعا دَعْوٌ یا دَعْوَتٌ سے بنا ہے جس کے معنی بلانا یا پکارنا ہے۔ قرآن شریف میں لفظ دُعا پانچ معنی میں استعمال ہُوا ہے۔ پکارنا[١]۔ بلانا[٢]۔ مانگنا[٣] یا دُعا کرنا۔ پُوجنا[٤] یعنی معبُود سمجھ کر پکارنا۔ تمنّا[٥] آرزو کرنا۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

١ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ	انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک عدل ہے
٢ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ	اور پیغمبر تم کو تمہارے پیچھے پُکارتے تھے۔
٣ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا	رسُول کے پکارنے کو بعض کے بعض کو پکارنے کیطرح نہ بناؤ۔

ان جیسی تمام آیات میں دُعا بمعنی پکارنا ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

١ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ	اپنے ربّ کے راستہ کیطرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔
٢ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو اللہ کے سوا۔
٣ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ	اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو بھلائی کی طرف بلائے

ان جیسی آیات میں دُعا کے معنی بلانے کے ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

١ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً	اپنے ربّ سے عاجزی سے خُفیہ طور پر دُعا مانگو
٢ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ	بیشک میرا رب دُعا کا سُننے والا ہے۔
٣ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ	اے ہمارے رب میری دُعا سُن لے۔

Marfat.com

٤ فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔

جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خدا سے دُعا مانگتے ہیں دین کو اس کیلئے خالص کر کے۔

٥ وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ٥

اے میرے رب میں تجھ سے دعا مانگنے میں کبھی نامُراد نہ رہا۔

٦ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ٥

میں دعا مانگنے والے کی دُعا کو قبول کرتا ہوں جب مجھ سے دُعا کرتا ہے

٧ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ٥

اور نہیں ہے کافروں کی دُعا مگر بربادی میں

٨ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ٥

وہاں زکریا نے اپنے ربّ سے دعا کی۔

ان جیسی تمام آیات میں دُعا کے معنی دُعا مانگنا ہیں رَبّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ٥

اور تمہارے لئے جنّت میں وہ ہوگا جو تمہارے دل چاہیں اور تمہارے لئے وہاں وہ ہوگا جسکی تم تمنّا کرو۔

اس آیت میں دُعا بمعنی آرزو کرنا چاہنا خواہش کرنا ہے:

١ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ۔

جنہیں تم خُدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔

٢ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۔

بیشک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پُوجو۔

٣ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

اس سے بڑھکر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسوں کو پُوجتا ہے جو اس کی عبادت قبول نہ کرے قیامت تک۔

٤ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ٥

کافر کہیں گے کہ وہ غائب ہوگئے ہم سے بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہ پُوجتے تھے۔

Marfat.com

۵ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ۔

اور وُہ جن کی یہ مشرکین پُوجا کرتے ہیں اللہ کے سوا وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وُہ پیدا کیے جاتے ہیں یہ مُردے ہیں زندہ نہیں۔

۶ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ۔

اور جب مشرکین اپنے معبُودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے رب ہمارے یہ ہمارے وُہ معبُود ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پُوجا کرتے تھے۔

ان جیسی تمام وُہ آیات جن میں غیر خُدا کی دُعا کو شرک وکفر کہا گیا یا اس پر جھڑکا گیا ان سب میں دُعا کے معنی عبادت (پُوجا) ہے اور یَدْعُوْنَ کے معنی ہیں وُہ پُوجتے ہیں اسکی تفسیر قرآن کی ان آیتوں نے کی ہے۔ جہاں دُعا کے ساتھ عبادت یا الٰہ کا لفظ آگیا ہے فرماتا ہے:

۱ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

وُہ ہی زندہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبُود نہیں تو اُسے پُوجو۔ اس کے لئے دین کو خالص کرکے سب خُوبیاں اللہ ربّ العالمین کیلئے ہیں تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پُوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پُوجتے ہو۔

اس آیت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور اَنْ اَعْبُدَ نے صاف بتا دیا کہ یہاں دُعا سے پُوجنا مُراد ہے نہ کہ پکارنا۔

۲ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ؈

اور تمہارے ربّ نے فرمایا کہ مجھ سے دُعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا بیشک وُہ جو میری عبادت سے تکبّر کرتے ہیں وُہ عنقریب ذلیل ہوکر دوزخ میں جائیںگے۔

یہاں دُعا سے مُراد دُعا مانگنا ہے اور دُعا بھی عبادت ہے اسلیئے ساتھ ہی عبادت کا ذکر

Marfat.com

ہُوا فقط پکارنا مُراد نہیں۔

۳۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَ ھُمْ عَنْ دُعَآئِہِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِہِمْ کٰفِرِیْنَ ۝

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا اسکی پُوجا کرتا ہے جو قیامت تک اس کی نہ سُنیں اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو یہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوجا دیں گے۔

یہاں بھی دعا سے مُراد پکارنا نہیں بلکہ پُوجنا یعنی معبود سمجھ کر پکارنا مُراد ہے کیونکہ ساتھ ہی ان کے اس فعل کو عبادت کہا گیا ہے۔ ان آیات نے ان تمام کی تشرح کر دی جہاں غیر خدا کی دُعا کو شرک فرمایا گیا اور بتا دیا کہ وہاں دعا سے مراد پُوجنا یا دعا مانگنا ہے اور دُعا بھی عبادت ہے اگر غیر خدا کو پکارنا شرک ہوتا تو جن آیتوں میں پکارنے کا حکم دیا گیا۔ اُن سے ان آیات کا تعارض ہوجاتا۔ پکارنے کی آیات ہم نے ابھی پیش کردیں اسلیئے عام مفسّرین ان ممانعت کی آیتوں میں دُعا کے معنی عبادت کرتے ہیں ان کی یہ تفسیر قرآن کی ان آیتوں سے حاصل ہے۔

اِعتراض: دُعا کے معنی کسی لغت میں عبادت نہیں دُعا کے معنیٰ بلانا ندا کرنا عام لغت میں مذکور ہیں لہٰذا ان تمام آیتوں میں اس کے معنیٰ پکارنا ہی ہیں۔ (جواہر القرآن)

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ دُعا کے لُغوی معنی پکارنا ہیں اور اصطلاحی معنی عبادت ہیں قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہُوا جہاں دُعا کی اجازت ہے۔ وہاں لُغوی پکارنا مُراد ہیں اور جہاں غیر خُدا کی دُعا سے ممانعت ہے وہاں عرفی معنی پوجنا مُراد ہیں جیسے لُغت میں صلوٰۃ کے معنی دُعا ہیں اور عرفی معنی نماز۔ قرآن میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ میں صلوٰۃ سے مُراد نماز ہے اور صَلِّ عَلَیْہِمْ اور صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ میں صلوٰۃ سے

Marfat.com

مُراد دُعا ہے۔ تمہارا اعتراض ایسا ہے جیسے کوئی نماز کا انکار کر دے اور کہے قرآن میں جہاں بھی صلوٰۃ آیا ہے وہاں دُعا مُراد ہے کیونکہ یہی اس کے لغوی معنی ہیں۔ ایسے ہی طواف کے لُغوی معنی گھومنا ہیں اور اصطلاحی معنی ایک خاص عبادت ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

دُوسرے یہ کہ واقعی دُعا کے معنی پُکارنا ہیں مگر پکارنے کی بہت سی نوعیتیں ہیں جن میں سے کسی کو خُدا سمجھ کر پکارنا عبادت ہے۔ ممانعت کی آیات میں یہی مُراد ہے یعنی کسی کو خدا سمجھ کر نہ پُکارے۔ اس کی تصریح قرآن کی اس آیت نے فرمادی۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔	اور جو خُدا کے ساتھ دُوسرے خُدا کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب رب کے پاس ہے۔

اس آیت نے خوب صاف فرمادیا کہ پکارنے سے خُدا سمجھ کر پکارنا مُراد ہے۔

اعتراض: ان ممانعت کی آیتوں میں پکارنا ہی مُراد ہے مگر کسی کو دُور سے پُکارنا مُراد ہے یہ سمجھ کر کہ وُہ سُن رہا ہے یہ ہی شرک ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کی ان آیتوں میں دُور نزدیک کا ذکر نہیں۔ یہ قید آپ نے اپنے گھر سے لگائی ہے نیز یہ قید خود قرآن کی اپنی تفسیر کے بھی خلاف ہے لہٰذا مردُود ہے نیز اگر دُور سے پکارنا شرک ہو تو سب مشرک ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے حضرت ساریہ کو پکارا۔ حالانکہ وُہ نہاوند میں تھے۔ حضرت ابراہیم نے کعبہ بنا کر تمام دور کے لوگوں کو پکارا اور تمام رُوحوں نے جو قیامت تک پیدا ہونیوالی تھیں انہوں نے سُن لیا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ آج نمازی حضور علیہ السلام کو پکارتا

Marfat.com

ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی آپ پر سلام ہو اگر یہ شرک ہو جاوے تو ہر نمازی کی نماز تو پیچھے ختم ہوا کرے ایمان پہلے ختم ہو جاوے آج ریڈیو کے ذریعہ دور سے لوگوں کو پکارتے ہیں اور وہ سن لیتے ہیں اگر کہا جائے کہ ریڈیو کی بجلی کی طاقت ایک سبب ہے اور سبب کے ماتحت دور سے سننا شرک نہیں تو ہم بھی کہینگے کہ نبوت کے نور کی طاقت ایک سبب ہے اور سبب کے ماتحت سننا شرک نہیں غرضیکہ یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض: ممانعت کی آیتوں میں مُردوں کو پکارنا مُراد ہے یعنی مرے ہوئے کو پکارنا یہ سمجھ کر کہ وُہ سُن رہا ہے۔ شرک ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ بھی غلط ہے چند وجہ سے۔ ایک یہ کہ یہ قید تمہارے گھر کی ہے۔ قرآن میں نہیں آئی۔ ربّ تعالیٰ نے مُردہ، زندہ، غائب، حاضر، دُور نزدیک کی قید لگا کر ممانعت نہ فرمائی۔ لہٰذا یہ قید باطل ہے۔ دُوسرے یہ کہ یہ تفسیر خود قرآن کی تفسیر کے خلاف ہے۔ اس نے فرمایا کہ دُعا سے مُراد عبادت ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر مردوں کو پکارنا شرک ہو تو ہر نمازی نماز میں حضُور کو پکارتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی آپ پر سلام ہو حالانکہ حضُور وفات پا چکے ہیں۔ ہم کو حکم ہے کہ قبرستان جا کر یُوں سلام کریں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اے مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ہو۔ ابراہیم علیہ السّلام نے ذبح کی ہُوئی چڑیوں کو پکارا اور انھوں نے سُن لیا۔ ربّ تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۝	پھر ان مرے ہُوئے پرندوں کو پکارو وُہ دوڑتے ہوئے تم تک آجائیں گے۔

حضرت صالح علیہ السّلام اور حضرت شعیب علیہ السّلام نے قوم کو ان کی ہلاکت کے بعد پکارا۔ صالح علیہ السّلام کا قِصّہ سورۂ اعراف میں اس طرح بیان ہُوا۔

Marfat.com

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ۔

تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وُہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے تو صالح نے ان سے مُنہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بیشک میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہارا بھلا چاہا بگر تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے ۔

شعیب علیہ السّلام کا واقعہ اسی سورۃ اعراف میں کچھ آگے یُوں بیان فرمایا ۔

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ۝

شعیب نے ہلاکت کفّار کے بعد ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم! مَیں نے تجھے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کی تو میں کافر قوم پر کیسے غم کروں ؟

ان دونوں آیتوں میں فَتَوَلّٰی کی ف سے معلوم ہُوا کہ ان دونوں پیغمبروں علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کا یہ خطاب قوم کی ہلاکت کے بعد تھا۔ خود ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بدر کے دن مرے ہُوئے ابُوجہل، ابُولہب، اُمیّہ ابن خلف وغیرہ کفار سے پکار کر فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر فرمایا کہ تم ان مُردوں سے زیادہ نہیں سُنتے ۔

کہیئے! اگر قرآن کے فتوے سے مُردوں کو پُکارنا شرک ہے تو ان انبیاء کرام کے اس پکارنے کا کیا جواب دو گے ۔ غرضیکہ یہ اعتراض محض باطل ہے ۔

اعتراض ۴: کسی کو دُور سے حاجت روائی کے لئے پُکارنا شرک ہے اور ممانعت کی آیتوں میں یہی مُراد ہے لہٰذا اگر کسی نبی ولی کو دُور سے یہ سمجھ کر پکارا گیا کہ وُہ ہمارے حاجت رُوا ہیں تو شرک ہو گیا ۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ اعتراض بھی غلط ہے ۔ اوّلاً تو اس لیئے کہ قرآن کی ممانعت والی آیتوں

Marfat.com

ہیں یہ قید نہیں تم نے اپنے گھر سے لگائی ہے۔ لہٰذا معتبر نہیں۔ دُوسرے اسلئے کہ یہ تفسیر خود قرآن کی اپنی تفسیر کے خلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا تیسرے اسلئے کہ ہم نے بتا دیا کہ اللہ کے بندے دُور سے سُنتے ہیں خواہ نورِ نبوّت سے یا نورِ ولایت سے۔ دُوسرے باب میں ہم عرض کریں گے کہ قرآن کہہ رہا ہے کہ اللہ کے بندے حاجت رَوا، مشکل کشا بھی ہیں۔ جب یہ دونوں باتیں علیحدہ علیحدہ صحیح ہیں تو ان کا مجموعہ شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ قرآن فرما رہا ہے کہ اللہ کے بندے وفات کے بعد سُن بھی لیتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں جو خاص خاص کو محسوس ہوتا ہے۔ رَبّ فرماتا ہے:

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝	اے حبیب ان رسُولوں سے پُوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے۔ کیا ہم نے خدا کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جاوے۔

غور کرو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں انبیاء سابقین وفات پا چکے تھے مگر رَبّ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے محبُوب! ان وفات یافتہ رسُولوں سے پُوچھ لو کہ کیا کوئی خدا کے سوا اور معبُود ہے اور پُوچھا اس سے جاتا ہے جو سُن بھی لے اور جواب بھی دے۔ پتہ لگا کہ اللہ کے بندے بعد وفات سُنتے اور بولتے ہیں معراج کی رات سارے وفات یافتہ رسُولوں نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ حجۃُ الوداع کے موقعہ پر وفات یافتہ رسُولوں نے حج میں شرکت کی اور حج ادا کیا۔ اس بارے میں بہت سی صریح احادیث موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دُعا قرآن کریم میں بہت سے معنوں میں استعمال ہُوا ہے ہر جگہ اس کے وُہ معنی کرنا چاہئیں جو وہاں کے مناسب ہیں۔ جن وہابیوں نے ہر جگہ اس کے معنی پکارنا کئے ہیں وُہ ایسے فحش غلط ہیں جس سے قرآنی مقصد فوت ہی نہیں بلکہ بدل جاتا ہے۔

Marfat.com

اسی لئے وہابیوں کو اس پکارنے میں بہت سی قیدیں لگانی پڑتی ہیں کبھی کہتے ہیں غائب کو پکارنا کبھی کہتے ہیں مُردہ کو پکارنا کبھی کہتے ہیں دُور سے سنانے کیلئے پکارنا کبھی کہتے ہیں مافوق الاسباب سنانے کیلئے دُور سے پکارنا شرک ہے مگر پھر بھی نہیں مانتے پھر تعجّب ہے کہ جب کسی کو پکارنا عبادت ہُوا تو عبادت کسی کی بھی کی جائے شرک ہے۔ زندہ کی یا مُردہ کی، قریب کی یا دُور کی۔ پھر یہ قیدیں بے کار ہیں، غرضکہ یہ معنی نہایت ہی غلط ہیں۔ ان جگہوں میں دُعا سے مُراد پُوچھنا ہے۔ اس معنی پر نہ کسی قید کی ضرورت ہے نہ کوئی دشواری پیش آسکتی ہے۔

نوٹ ضروری: اللہ کے پیارے وفات کے بعد زندوں کی مدد کرتے ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔	یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو میں تمہیں کتاب و حکمت دُوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وُہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت سے پتہ لگا کہ میثاق کے دن رَبّ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے دو وعدے لیئے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانا دُوسرے حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی مدد کرنا۔ اور ربّ تعالیٰ جانتا تھا کہ نبی آخرالزمان صلّی اللہ علیہ وسلّم ان میں سے کسی کی زندگی میں نہ تشریف لائینگے پھر بھی انہیں ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا معلوم ہُوا کہ رُوحانی ایمان اور رُوحانی مدد مُراد ہے اور انبیاء کرام نے دونوں وعدوں کو پُورا کیا کہ معراج کی رات سب نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ یہ ایمان کا ثبوت ہے۔ بہت سے پیغمبروں نے حج الوداع میں شرکت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے شب معراج دین مصطفےٰ کی اس طرح مدد کی کہ پچاس نمازوں

Marfat.com

کی پابنچ کرادیں اب بھی وہ حضرات انبیاء مسلمانوں کی اور حضور کے دین کی روحانی مدد فرما رہے ہیں اگر یہ مدد نہ ہوا کرتی تو یہ عہد لغو ہوتا۔ عیسٰے علیہ السّلام آخر زمانہ میں اس عہد کو ظاہری طور پر بھی پورا فرمانے کے لئے تشریف لائیں گے۔

عبادت

قرآن شریف کی اصطلاحوں میں عبادت بھی بہت اہم اور نازک اصطلاح ہے۔ کیونکہ یہ لفظ قرآن شریف میں بہت کثرت سے آیا ہے اور اس کے معنے میں نہایت باریکی ہے۔ اطاعت، تعظیم، عبادت ان تینوں میں نہایت لطیف فرق ہے بعض لوگ اس نازک فرق کا اعتبار نہیں کرتے۔ ہر تعظیم کو بلکہ ہر عبادت کو عبادت کہہ کر سارے مسلمانوں بلکہ اپنے بزرگوں کو بھی مشرک و کافر کہہ دیتے ہیں اسلیئے اس کا مفہوم، اس کا مقصود بہت غور سے سُنیئے۔

عبادت عبدؔ سے بنا ہے بمعنی بندہ۔ عبادت کے لغوی معنی ہیں بندہ بننا یا اپنی بندگی کا اظہار کرنا۔ جس سے لازم آتا ہے معبود کی الوہیت کا اقرار کرنا۔ مفسرین نے اس کی تعریف انتہائی تعظیم بھی کی ہے اور انتہائی عاجزی بھی۔ دونوں تعریفیں درست ہیں کیونکہ عابد کی انتہائی عاجزی سے معبود کی انتہائی تعظیم لازم ہے اور معبود کی انتہائی تعظیم سے عابد کی انتہائی عاجزی مستلزم۔ انتہائی تعظیم کی حد یہ ہے کہ معبود کی وہ تعظیم کی جاوے جس سے زیادہ تعظیم ناممکن ہو اور اپنی ایسی عاجزی کی جاوے جس سے نیچے کوئی درجہ متصور نہ ہو اسلیئے

عبادت کی شرط یہ ہے کہ بندگی کرنیوالا معبود کو الٰہ اور اپنے کو اس کا بندہ سمجھے یہ سمجھ کر جو تعظیم بھی اس کی کرے گا عبادت ہوگی۔ اگر اُسے الٰہ نہیں سمجھتا بلکہ نبی، ولی، باپ، اُستاد، پیر، حاکم، بادشاہ سمجھ کر تعظیم کرے تو اس کا نام اطاعت ہوگا۔ توقیر، تعظیم، تبجیل ہوگا۔ عبادت نہ ہوگا۔ غرضیکہ اطاعت و تعظیم تو اللہ تعالیٰ اور بندوں سب کی ہو سکتی ہے

Marfat.com

لیکن عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوسکتی ہے بندے کی نہیں اگر بندے کی عبادت کی تو شرک ہوگیا اور اگر بندے کی تعظیم کی تو جیسا بندہ ویسا اس کی تعظیم کا حکم۔ کوئی تعظیم کفر ہے۔ جیسے گنگا، جمنا، ہولی۔ دیوالی کی تعظیم۔ کوئی تعظیم ایمان ہے جیسے پیغمبر کی تعظیم کوئی تعظیم ثواب ہے کوئی گناہ۔ اسی لئے قرآن کریم میں عبادت کے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ یا رب یا الٰہ کا ذکر ہے اور اطاعت و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے اور نبی کا بھی، ماں باپ کا بھی۔ حاکم کا بھی۔ فرماتا ہے:

۱۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ	آپ کے رب نے فیصلہ فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔
۲۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ	نہیں کہا تھا میں نے ان سے مگر وہ ہی "جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔
۳۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ	اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔
۴۔ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ	ہم عبادت کرینگے آپکے الٰہ کی اور آپکے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق کے الٰہ کی علیہم السلام۔
۵۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ؐ	فرمادو اے کافرو جن کی تم پوجا کرتے ہو ان کی پوجا میں نہیں کرتا۔

ان جیسی ساری عبادت کی آیتوں میں صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا لیکن اطاعت و تعظیم میں سب کا ذکر ہوگا۔

۱۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ	اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت رسول کی اور اپنے میں سے حکم والوں کی۔

Marfat.com

۲ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔	جس نے رسُول کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی
۳ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔	نبی کی مدد کرو اور ان کی تعظیم و توقیر کرو۔
۴ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ۔	پس جو ایمان لائے نبی پر اور تعظیم کی ان کی اور مدد کی۔
۵ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔	اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلی پرہیزگاری ہے۔

غرضیکہ تعظیم و اطاعت بندے کی بھی ہو سکتی ہے لیکن عبادت صرف اللہ کی جب عبادت میں یہ شرط ہے کہ الٰہ جان کر کسی کی تعظیم کرنا تو یہ بھی سمجھ لو کہ الٰہ کون ہے اسکی پوری تحقیق ہم الٰہ کی بحث میں کر چکے کہ الٰہ وُہ ہے جسے خالق مانا جائے یا خالق کے برابر۔ برابری خواہ خدا کی اولاد مان کر ہو یا اس طرح مستقل مالک، حاکم، حی، قیوم مان کر یا اللہ تعالیٰ کو اس کا حاجت مند مان کر ہو۔ ایک ہی کام اس عقیدے سے ہو تو عبادت ہے اور اس عقیدے کے بغیر ہو تو عبادت نہیں دیکھو ربّ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو:

۱ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○	پس جب میں انہیں برابر کر دُوں اور ان میں اپنی رُوح پھونک دُوں تو تم ان کیلئے سجدہ میں گر جاؤ۔
۲ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ○	اور یُوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اُٹھا لیا اور وُہ سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔

ان آیتوں سے پتہ لگا کہ فرشتوں نے آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا۔ یُوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا اور بھی اُمّتوں میں سجدہ کا رواج تھا کہ چھوٹے بڑوں کو سجدہ کرتے تھے۔ پھر یہ بھی فرمایا:

Marfat.com

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ	سُورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ اور اللہ کو سجدہ کرو۔

اِس قسم کی بہت آیتوں میں سجدہ کرنے کو منع فرمایا گیا بلکہ اسے کفر قرار دیا۔ پچھلی آیتوں میں سجدہ تعظیمی مُراد ہے اور ان آیتوں میں سجدہ تعبدی مُراد ہے۔ بندوں کو تعبدی سجدہ نہ اِس سے پہلے کسی دین میں جائز تھا نہ ہمارے اسلام میں جائز ہمیشہ سے یہ شرک ہے۔ سجدۂ تعظیمی پہلے دینوں میں جائز تھا۔ ہمارے اِسلام میں حرام لہٰذا کسی کو سجدہ تعظیمی کرنا اب حرام ہے شرک نہیں۔ لیکن سجدہ تعبدی کرنا شرک ہے۔ ایک ہی کام الوہیّت کے عقیدے سے شرک ہے اور بغیر عقیدہ الوہیّت شرک نہیں مسلمان سنگِ اسود، مقامِ ابراہیم، آبِ زمزم کی تعظیم کرتے ہیں مشرک نہیں مگر ہندو بُت یا گنگا جل کی تعظیم کرے تو مشرک ہے کیونکہ مومن کا عقیدہ ان چیزوں کی الُوہیّت کا نہیں اور کفّار کا عقیدہ الوہیّت کا ہے۔

عبادت کی قسمیں

عبادت بہت طرح کی ہے۔ جانی، مالی، بدنی، وقتی وغیرہ مگر اس کی قسمیں دو ہیں۔ ایک وُہ جس کا تعلّق براہِ راست رَب تعالیٰ سے ہو کسی بندے سے نہ ہو۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ کہ بندہ ان کاموں سے صرف ربّ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیّت کرتا ہے۔ بندے کی رضا کا اس میں دخل نہیں۔ دُوسرے وُہ جن کا تعلّق بندے سے بھی ہے اور ربّ تعالیٰ سے بھی یعنی جن بندوں کی اطاعت کا ربّ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ان کی اطاعت خدا کو راضی کرنے کے لئے رب کی عبادت ہے۔ جیسے والدین کی فرمانبرداری، مُرشد اُستاد کی خوشی، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درُود شریف، اہلِ قرابت کے

Marfat.com

حقوق کی ادائیگی ۔غرضیکہ کوئی جائز کام ہو۔ اگر اس میں ربّ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیّت کر لی جائے تو وُہ رُبّ تعالیٰ کی عبادت بن جاتے ہیں اور ان پر ثواب ملتا ہے حتّٰی کہ جو اپنے ،بیوی بچّوں کو کما کر اسلیئے کھلائے کہ یہ سُنّت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے ربّ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے تو کمانا بھی عبادت ہے اور جو خدا کا رزق اسلئے کھائے کہ ربّ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا۔ اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت ہے۔ اداءِ فرض کا ذریعہ ہے تو کھانا بھی عبادت ہے ۔اسی لئے مجاہد فی سبیل اللہ غازی کا کھانا، پینا، سونا جاگنا عبادت ہے بلکہ ان کے گھوڑوں کی رفتار بھی عبادت ہے ۔ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا۔	قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں سینے کی آواز نکالتے۔
فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۵	پھر سم مار کر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں۔
فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۵	پھر صُبح ہوتے ہی کفّار کو تاخت وتاراج کرتے ہیں

لہٰذا ماں باپ کو راضی کرنا۔ان کی اطاعت کرنا، ربّ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جان و مال قربان کرنا اس سرکار کی اطاعت ہے اور رُبّ تعالےٰ کی عبادت بلکہ اعلیٰ ترین عبادت ہے۔موجُودہ وہابی اس الوُہیّت کی قید سے بے خبر رہ کر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعظیم و توقیر کو شرک کہہ دیتے ہیں۔ان کے ہاں محفل میلاد شریف شرک قبروں پر جانا شرک، عید کو سوّیاں پکانا شرک نعلین کو بوسہ دینا شرک، گویا قدم قدم پر شرک ہے اور ساری مشرکین وکفّار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

اعتراض: کسی کو حاجت روا ۔مشکل کشا سمجھ کر اس کی تعظیم کرنا عبادت ہے اور اس کے سامنے جُھکنا بندگی ہے۔ (جواہر القرآن۔ تقویۃ الایمان)

Marfat.com

جواب: یہ غلط ہے۔ ہم حکام وقت کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ سمجھ کر کہ بہت سی مشکلات میں ان کے پاس جانا پڑتا ہے۔ کیا یہ عبادت ہے؟ ہرگز نہیں۔ حکیم اُستاد کی تعظیم کی جاتی ہے کہ ان سے کام نکلتے رہتے ہیں۔ یہ عبادت نہیں۔

اعتراض: کسی کو مافوق الاسباب متصرف مان کر اس کی تعظیم کرنا عبادت ہے۔ اور یہ ہی شرک ہے۔

جواب: یہ بھی غلط ہے۔ فرشتے مافوق الاسباب تصرّف کرتے ہیں۔ یہ جان نکالتے ہیں، ماں کے پیٹ میں بچے بناتے ہیں، بارش برساتے ہیں۔ عذاب الٰہی لاتے ہیں۔ یہ سمجھ کر فرشتوں کی تعظیم کرنا ان کی عبادت ہے؟ نہیں۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انگلیوں سے پانی کے چشمے باذن اللہ جاری کر دیئے۔ چاند پھاڑ ڈالا۔ ڈوبا سورج واپس بُلا لیا کنکروں، پتھروں سے کلمہ پڑھوایا۔ درختوں جانوروں سے اپنی گواہی دلوائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے باذن اللہ مُردے زندہ کئے۔ اندھے، کوڑھی اچّھے کیئے۔ یہ سارے کام مافوق الاسباب کئے۔ اِسلیئے ان کی تعظیم کرنا عبادت ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ انہیں خُدا کے برابر کوئی نہیں مانتا خُدا کے برابر ماننا ہی عبادت کے لئے شرط اوّل ہے۔ یہ سب اللہ کے بندے اللہ کے اذن وارادے سے کرتے ہیں۔ اسی لیئے حضرت صالح و حضرت ہود۔ حضرت شعیب، حضرت نوح اور تمام انبیاء کرام علیہم السّلام نے اپنی قوم کو پہلی تبلیغ یہ ہی فرمائی۔

یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ۔	اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

یعنی میری اطاعت کرنا، تعظیم کرنا، توقیر بجالانا، مجھے تمام قوم سے افضل سمجھنا لیکن مجھے خُدا یا خُدا کی اولاد یا خُدا کے برابر یا خدا کو میرا محتاج نہ سمجھنا اور ایسا عقیدہ رکھ کر میری

Marfat.com

تعظیم نہ کرنا کیونکہ اس عقیدے سے کسی کی تعظیم و توقیر عبادت ہے۔ اور عبادت خدا کے سوا کسی کی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی سچی سمجھ عطا فرمائے۔ اس میں بہت بڑے لوگ ٹھوکریں کھا جاتے ہیں۔

مِنْ دُوْنِ اللہ

قرآن شریف میں یہ لفظ بہت زیادہ استعمال ہُوا ہے۔ عبادت کے ساتھ بھی آیا ہے۔ تصرّف اور مدد کے ساتھ بھی، وَلی اور نصیر کے ساتھ بھی۔ شہیدا ور وکیل کے ساتھ بھی شفیع کے ساتھ بھی۔ ہدایت، ضلالت کے ساتھ بھی جیسے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والوں پر مخفی نہیں اور ہم بھی ہر طرح کی آیات گذشتہ مضامین میں پیش کر چکے ہیں۔

اس لفظ دُون کے معنی سواء اور علاوہ ہیں مگر یہ معنی قرآن کی ہر آیت میں درست نہیں ہوتے۔ اگر ہر جگہ اس کے معنی سواء کئے جائیں تو کہیں تو آیات میں سخت تعارض ہو گا۔ اور کہیں قرآن میں صراحتہً جھوٹ لازم آئے گا۔ جس کے دفع کے لئے سخت دشواری ہو گی قرآن کریم میں تامّل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ تین معنی میں استعمال ہُوا ہے۔

(۱) سواء علاوہ (۲) مقابل (۳) اللہ کو چھوڑ کر۔ جہاں مِنْ دُوْنِ اللہ عبادت کے ساتھ ہو یا ان الفاظ کے ہمراہ آوے جو عبادت یا معبُود کے معنیٰ میں استعمال ہوئے ہوں تو اسکے معنیٰ سواء ہوں گے۔ کیونکہ خُدا کے سواء کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی جیسے اس آیت میں۔

۱ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ۔	پس نہیں پُوجتا میں اُنہیں جن کو تم پُوجتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں تو اس اللہ کو پوجوں گا جو تمہیں موت دیتا ہے۔

Marfat.com

۲ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۔	اور پوجتے ہیں وہ کافر اللہ کے سوا انہیں جو نہ انہیں نفع دیں نہ نقصان ۔
۳ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ	جمع کرو ظالموں کو اور ان کی بیویوں کو اور ان کی جن کی پوجا کرتے تھے یہ اللہ کے سوا ۔

اس جیسی بہت سی آیات ہیں من دُون اللہ کے معنی اللہ کے سوا ہیں کیونکہ یہ عبادت کے ساتھ آئے ہیں اور عبادت غیر اللہ کسی کی بھی نہیں ہو سکتی ۔

۴ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا (الآیۃ)	فرماؤ کہ تم بتاؤ کہ تمہارے وہ شرکا جن کی تم پوجا کرتے ہو خدا کے سوا مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ۔
۵ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝	اور بلا لو اپنے معبودوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو ۔
۶ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْ اَوْلِيَآءَ ۔	تو کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنائیں ۔

ان جیسی آیات میں چونکہ دُون کا لفظ تَدْعُوْنَ اور اولیاء کے ساتھ آیا ہے اور یہاں تدعون کے معنی عبادت ہیں اور اولیاء کے معنی معبود لہٰذا یہاں بھی دُون بمعنی علاوہ اور سوا ہو گا ۔

لیکن جہاں دون ۔ مدد یا نصرت یا دوستی کے ساتھ آوے گا تو وہاں اس کے معنی صرف سوا کے نہ ہوں گے ۔ بلکہ اللہ کے مقابل یا اللہ کو چھوڑ کر ہوں گے ۔ یعنی اللہ کے سواء اللہ کے دشمن ۔ اس تفسیر اور معنی میں کوئی دشواری نہ ہو گی جیسے

۱ اَنْ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا	کہ میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ ۔
۲ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ شُفَعَآءَ	کیا ان لوگوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں
۳ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا	اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور

Marfat.com

نَصِیْرًا ۝

نہ مددگار۔

۴ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝

اور وُہ اللہ کے مقابل اپنا نہ کوئی دوست پائینگے اور نہ مددگار۔

۵ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

مومن مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

۶ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ۝

اور جو شیطان کو دوست بنائے خُدا کو چھوڑ کر وُہ کھلے ہوئے گھاٹے میں پڑ گیا۔

۷ وَمَا کَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۝

اور نہیں ہے ان کافروں کے لئے اللہ کے مقابل کوئی مددگار۔

ان جیسی تمام ان آیتوں میں جہاں مدد۔ نصرت۔ ولایت دوستی وغیرہ کے ساتھ لفظ دُون آیا ہے۔ ان میں اس کے معنی صرف سوا یا علاوہ کے نہیں بلکہ وُہ سوا مُراد ہے جو رب تعالیٰ کا دُشمن یا مقابل ہے۔ لہٰذا اس دُون کے معنے مقابل کرنا نہایت موزوں ہے۔ جن مفسّرین نے یا ترجمہ کرنیوالوں نے ان مقامات میں سواء ترجمہ کیا ہے۔ ان کی مُراد بھی سواء سے ایسے ہی سواء مُراد ہیں۔ اس دُون کی تفسیر یہ آیات ہیں۔

۱ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ ۔

اور اگر رب تمہیں رسوا کرے تو کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے۔

۲ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَةً وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا

تم فرماؤ کہ وُہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے اگر ارادہ کرے رب تمہارے لئے بُرائی کا اور ارادہ کرے مہربانی کا اور وُہ اللہ کے مقابل کوئی نہ دوست پائیں گے نہ

Marfat.com

نَصِيْرًا ہ	مددگار.
۴۳ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ہ	کیا ان کے کچھ ایسے خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں

ان آیات نے تفسیر فرمادی کہ جہاں مدد یا دوستی کے ساتھ لفظ دُون آئے گا. وہاں مقابل اور ربّ کو چھوڑ کر معنی دے گا نہ کہ صرف سوا، یا علاوہ کے.

نیز اگر اس جگہ دُون کے معنی سوا، کئے جائیں تو آیات میں تعارض بھی ہوگا کیونکہ مثلاً یہاں تو فرمایا گیا. رب کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں اور جو آیات ولی کی بحث میں پیش کی گئیں وہاں فرمایا گیا کہ تمہارا ولی اللہ اور رسُول اور نیک مومنین ہیں یا تمہارے ولی فرشتے ہیں یا فرمایا گیا کہ اَے مولیٰ اپنی طرف سے ہمارے مددگار فرما. اس تعارض کا اُٹھانا بہت مشکل ہوگا.

نیز اگر ان آیات میں دُون کے معنی سوا، کئے جائیں تو عقل کے بالکل خلاف ہوگا اور ربّ کا کلام معاذ اللہ جھوٹا ہو گا. مثلاً یہاں فرمایا گیا کہ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ انہوں نے خُدا کے سوا سفارشی بنا لیئے. سفارشی تو خُدا کے سوا ہی ہو گا. خُدا تو سفارشی ہو سکتا ہی نہیں یا فرمایا گیا لَا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا. میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ حالانکہ دن رات وکیل بنایا جاتا ہے اب وکیل کے معنی کی توجیہیں کرو اور شفعاء کے متعلق بحث کرتے پھرو لیکن اگر یہاں دُون کے معنی مقابل کر لئے جائیں تو کلام نہایت صاف ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل نہ کوئی سفارشی ہے نہ وکیل نہ کوئی حمائتی ہے نہ کوئی مددگار نہ کوئی دوست جو کوئی جو کچھ ہے. وُہ ربّ تعالیٰ کے ارادہ اور اسی کے حکم سے ہے لہٰذا جہاں بندوں سے ولایت حمایت مدد دوستی کی نفی ہے. وہاں ربّ تعالیٰ کے مقابل ہو کر ہے کہ ربّ تعالیٰ چاہے ہلاک کرنا اور یہ مدد کر کے بچالیں اور جہاں ان چیزوں کا بندوں کے لئے ثبوت ہے. وہاں اذن الٰہی سے مدد نصرت وغیرہ ہے.

Marfat.com

اِعتراض: اِن آیات میں مِن دُونِ اللہ سے اللہ کے سوا ہی مُراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا غائبانہ ما فوق الاسباب مدد کرنے والا کوئی نہیں یہ ہی عقیدہ شرک ہے ۔جن آیتوں میں اللہ کے بندوں کی مدد اور ولایت کا ثبوت ہے ۔ وہاں حاضرین زندوں کی اسباب غائبانہ مدد مُراد ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ توجیہہ بالکل غلط ہے ۔چند وجہوں سے ایک یہ کہ نفی مدد کی آیتوں میں کوئی قید نہیں ہے ۔مطلق ہیں تم نے اپنے جیب سے اس میں تین قیدیں لگائیں غائبانہ ما فوق الاسباب، مُردوں کی مدد ۔ قرآن کی آیت خبر واحد سے بھی مقید نہیں ہوسکتی۔ اور تم صرف اپنے گمان وہم سے مقیّد کر رہے ہو ۔اور اگر دُون کو بمعنی مقابل لیا جا وے تو کوئی قید لگانی نہیں پڑتی ۔ دُوسرے یہ کہ تمہاری یہ تفسیر خود قرآن کی اپنی تفسیر کے خلاف ہے ۔قرآن کی مذکورہ بالا آیات نے بتایا کہ یہاں دُون بمعنی مقابل ہے ۔ لہذا تمہاری یہ تفسیر تحریف ہے ۔تفسیر نہیں ۔تیسرے یہ کہ ان قیدوں کے باوجود آیت درست نہیں ہوتی کیونکہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منوّرہ سے بیٹھے ہُوئے حضرت ساریہ کی ما فوق الاسباب مدد فرما دی کہ انہیں دشمن کی خفیہ تدبیر سے مطلع فرما دیا ۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے والدِ ماجد حضرت یعقوب علیہ السّلام کی ما فوق الاسباب دُور سے مدد فرمادی کہ اپنی قمیض کے ذریعہ باذن پروردگار ان کی آنکھیں روشن فرمادیں اور ظاہر ہے کہ قمیض آنکھ کی شفا کا سبب نہیں لہذا یہ مدد ما فوق الاسباب ہے ۔موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی وفات کے بعد ہماری ما فوق الاسباب یہ مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں ۔اس قسم کی سینکڑوں مددیں ہیں جو اللہ کے پیاروں نے غائبانہ ما فوق الاسباب فرمائیں ۔ تمہاری اس تفسیر کی رُو سے سب شرک ہوگئیں غرضیکہ تمہاری یہ تفسیر درست نہیں ہوسکتی چوتھے یہ کہ تم اپنی قیدوں پر خود قائم

Marfat.com

نہ رہو گے۔ اچھا بتاؤ۔ اگر غائبانہ امداد تو منع ہے۔ کیا حاضرانہ امداد جائز ہے تو بتاؤ کسی زندہ ولی سے اُس کے پاس جاکر فرزند مانگنا یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اطہر پر جاکر حضور سے جنّت مانگنا و دوزخ سے پناہ مانگنا جائز ہے۔ تم اسے بھی شرک کہتے ہو تو تمہاری یہ قیدیں خود تمہارے مذہب کے خلاف ہیں بہرحال یہ قیود باطل ہیں ان آیات میں دُون بمعنی مقابل ہے ؛

نذر و نیاز

قرآن کریم میں یہ لفظ بہت جگہ استعمال ہُوا ہے۔ نذر کے لغوی معنی ہیں۔ ڈرانا یا ڈرسنانا۔ شرعی معنی ہیں۔ غیر لازم عبادت کو اپنے پر لازم کر لینا۔ عُرفی معنی ہیں نذرانہ و ہدیہ قرآن کریم میں یہ لفظ ان تینوں معانی میں استعمال ہُوا ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے :

۱۔ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ	ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دینے والا، ڈرسنانے والا
۲۔ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ۙ	نہیں ہے کوئی جماعت مگر گذرے ان میں ڈرانے والے
۳۔ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ	کیا تمہارے پاس تم میں سے رسُول نہ آئے جو تم پر تمہارے ربّ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے۔
۴۔ وَ اَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ	اور ڈرایا میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے،
۵۔ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۔	ہم نے قرآن شریف اتارا برکت والی رات میں ہم ہیں ڈرانے والے۔

ان جیسی بہت سی آیات میں نذر لغوی میں استعمال ہُوا ہے بمعنی ڈرانا دھمکانا۔ اس معنی میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی آتا ہے اور انبیاء کرام کے لئے بھی اور علماء دین کیلئے

Marfat.com

بھی آیا ہے اور انبیاء کرام کے لئے بھی اور علماء دین کے لئے بھی۔ یہ لفظ شرعی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۔	جو کچھ تم خرچ کرو یا نذر مانو کوئی نذر اللہ اُسے جانتا ہے۔
۲۔ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۔	اے میرے رب میں نے نذر مانی تیرے لیئے اس بچے کی جو میرے پیٹ میں ہے آزاد۔ پس قبول فرما مجھ سے
۳۔ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۔	چاہیئے کہ یہ لوگ اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر کا طواف کریں۔
۴۔ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۔	میں نے اللہ کے لئے روزے کی نذر مانی ہے۔ پس آج کسی سے کلام نہ کروں گی۔

ان جیسی آیات میں نذر سے شرعی معنی مُراد ہیں یعنی منت ماننا اور غیر ضروری عبادت کو لازم کرلینا یہ نذر عبادت ہے اسلئے خُدا کے سوا کسی بندے کے لیئے نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی کسی بندے کی نذر مانتا ہے تو مشرک ہے۔ کیونکہ غیر خُدا کی عبادت شرک ہے۔

چُونکہ عبادت میں شرط یہ ہے کہ معبُود کو الہ یعنی خدا یا خُدا کے برابر مانا جائے۔ اس لیئے اس نذر میں بھی یہی قید ہوگی کہ کسی کو خدا یا خدا کے برابر مان کر نذر مانی جائے۔ اگر ناذر کا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ جس کی نذر مانی اُسے محض بندہ سمجھتا ہے تو وہ شرعی نذر نہیں۔ اسی لئے فقہا نے اس نذر میں تقرب کی قید لگائی۔ تقرب کے معنی عبادت ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ اگر کوئی کسی بندے کے نام پر شرعی نذر کرے یعنی اسکی الوہیت کا قائل ہوکر اس کی منت مانے تو اگرچہ یہ شخص مشرک ہوگا اور اس کا یہ کام حرام ہوگا۔ مگر وہ

Marfat.com

چیز حلال رہے گی۔ اس چیز کو حرام جاننا سخت غلطی ہے اور قرآن کریم کے خلاف۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّ لَا سَآئِبَۃٍ وَّ لَا وَصِیْلَۃٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ۔	نہیں بنایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام یہ مشرکین اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں۔

کفارِ عرب ان چار قسم کے جانور وصیلہ حام وغیرہ کو اپنے بتوں کے نام کی نذر کرتے تھے اور انہیں کھانا حرام جانتے تھے۔ ربّ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمادی اور فرمایا کہ یہ حلال ہیں جیسے آجکل ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے سانڈھ حلال ہیں۔ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔

۲۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِھِمْ وَھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا۔	اور ٹھیرایا ان کافروں نے اللہ کا اس کھیتی اور جانوروں میں ایک حصّہ پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصّہ ہے اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔
وَقَالُوْا ھٰذِہٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا یَطْعَمُھَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِھِمْ۔	اور کافر کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہے اسے نہ کھائے مگر وہ جسے ہم چاہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفارِ عرب اپنے جانوروں کھیتوں میں بتوں کی نذر مان لیتے تھے اور کچھ حصّہ بتوں کے نام پر نامزد کر دیتے تھے۔ پھر انہیں کھانا یا تو بالکل حرام جانتے تھے۔ جیسے بحیرہ سائبہ جانور اور یا ان کے کھانے میں پابندی لگاتے تھے کہ مرد کھائیں۔ عورتیں نہ کھائیں۔ فلاں کھائے فلاں نہ کھائے۔ ان دونوں حرکتوں کی رب نے تردید ان آیات میں فرمادی۔

۳۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ	اور نہ کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بتانے سے کہ یہ

Marfat.com

هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ ۔

۲ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ
رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۔

۳ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ
لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔

۴ وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى
اللّٰهِ ۔

۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ
تَعْبُدُوْنَ ۝

۶ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
اللّٰهِ عَلَيْهِ ۔

۷ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ
وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۔

۸ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ
سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ
افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۔

حلال ہے اور یہ حرام ۔

فرماؤ کہ بھلا دیکھو تو جو اللہ نے تمہارا رزق اتارا تم
نے اس میں کچھ حلال بنایا کچھ حرام ۔

فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے
بندوں کے لئے نکالی اور ستھرا رزق ۔

ان کافروں نے حرام سمجھ لیا اسے جو اللہ نے انہیں رزق
دیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے ۔

اے مسلمانو! کھاؤ وہ ستھری چیزیں جو ہم تمہیں رزق دیں
اور اللہ کا شکر کرو ۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے
ہو ۔

اور تمہارا کیا حال ہے کہ نہیں کھاتے اس میں سے جس
پر اللہ کا نام لیا گیا ۔

اللہ نے صرف مردار کو اور خون کو اور سور کے گوشت
کو اور اس جانور کو جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے

بیشک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنی اولاد کو
نادانی اور جہالت سے قتل کر ڈالا اور اللہ کے دیئے
ہوئے رزق کو حرام کر لیا ۔ اللہ پر تہمت لگاتے ہوئے ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے اس عقیدے کی پرزور تردید فرمائی کہ جس جانور اور جس کھیتی وغیرہ کو بت کے نام پر لگا دیا جاوے ۔ وہ حرام ہو جاتا ہے فرمایا تم اللہ پر

Marfat.com

تہمت لگاتے ہو۔ اللہ نے یہ چیزیں حرام نہ کیں۔ تم کیوں حرام جانتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ بتوں کے نام کی نذر ماننا شرک تھا اور ان کا یہ فعل سخت جرم تھا مگر اس چیز کو حلال ٹھیرایا اُسکے حرام جاننے پر عتاب کیا۔ اسے حلال رزق اور طیب روزی فرمایا۔ اُن بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانوروں کے متعلق حکم فرمایا کہ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔ کافروں کی باتوں میں نہ آؤ۔ ایسے ہی آج بھی جس چیز کو غیر خدا کے نام پر شرعی طور پر نذر کر دیا جائے وُہ بھی حلال طیب ہے اگرچہ یہ نذر شرک ہے۔

نذر کے تیسرے معنی عرفی ہیں یعنی کسی بزرگ کو کوئی چیز ہدیہ، نذرانہ، تحفہ پیش کرنا یا پیش کرنے کی نیت کرنا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو حضور غوث پاک کے نام کی دیگ پکاؤں گا یعنی دیگ بھر کھانا خیرات کروں گا اللہ کے لئے اور ثواب اس کا سرکار بغداد کی رُوح شریف کو نذرانہ کروں گا۔ یہ بالکل جائز ہے صحابہ کرام نے ایسی نذریں بارگاہِ رسالت میں مانی اور پیش کی ہیں اور حضور نے قبول فرمائی ہیں۔ نہ یہ کام حرام نہ چیز حرام۔ اسی کو عوام کی اصطلاح میں نیاز کہتے ہیں بمعنی نذرانہ۔ اس کا قرآن شریف میں بھی ثبوت ہے اور احادیث صحیحہ میں بھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

کچھ گاؤں والے وُہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسُول سے دُعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں یقیناً ان کیلئے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کریگا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

Marfat.com

اِس آیت میں بتایا کہ مومنین اپنے صدقہ میں دو نیّتیں کرتے ہیں۔ ایک اللہ کی نزدیکی اور اس کی عبادت۔ دُوسرے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دُعائیں لینا اور خود حضور کا خوش ہونا۔ یہ ہی فاتحہ بزرگان دینے والے ان کی نذر ماننے والے کا مقصد ہوتا ہے کہ خیرات اللہ کے لئے ہو اور ثواب اس بزرگ کے لئے تاکہ ان کی رُوح خوش ہو کر ہمیں دُعا کرے۔ اسی لئے عوام کہتے ہیں۔ نذرِ اللہ نیازِ حُسین۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک غزوہ سے بخیریّت واپس تشریف لائے تو ایک لڑکی نے عرض کیا۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدَّفِّ وَ اَتَغَنّٰى بِهٖ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِيْ وَاِلَّا فَلَا۔

(مشکوٰۃ باب مناقب عمرؓ)

حضور میں نے منّت مانی تھی کہ اگر اللہ آپکو بخیریّت واپس لائے۔ تو میں آپ کے سامنے دَف بجاؤں اور گاؤں۔ سرکار نے فرمایا اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجاؤ ورنہ نہیں۔

اس حدیث میں لفظ نذر اسی نذرانہ کے معنی میں ہے نہ کہ شرعی نذر۔ کیونکہ گانا بجانا عبادت نہیں۔ صرف اپنے سرور و خوشی کا نذرانہ پیش کرنا مقصود تھا۔ جو سرکار میں قبول فرمایا گیا۔ یہ عرفی نذر ہے جو ایک صحابیہ مانتی ہیں اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کے پُورے کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسی مشکوٰۃ کے حاشیہ میں بحوالہ مُلّا علی قاری ہے وَاِنْ كَانَ السُّرُوْرُ بِمَقْدَمِهِ الشَّرِيْفِ نَفْسَهٗ قُرْبَةً حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تشریف آوری پر خوشی منانا عبادت ہے۔

Marfat.com

غرضکہ اس قسم کی عرفی نذریں عوام وخاص میں عام طور پر مروّج ہیں اُستاد، ماں، باپ شیخ سے عرض کرتے ہیں کہ یہ نقدی آپ کی نذر ہے اسے شرک کہنا انتہا درجہ کی بیوقوفی ہے

خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

لفظ خاتم ختم سے بنا ہے جسکے لغوی معنی ہیں مہر لگانا۔ اصطلاح میں اسکے معنی ہیں تمام کرنا۔ ختم کرنا۔ بند کرنا کیونکہ مہر یا تو مضمون کے آخر پر لگتی ہے جس سے مضمون بند ہوجاتا ہے یا پارسل بند ہونے پر لگتی ہے جب نہ کوئی شے اس میں داخل ہوسکے نہ اس سے خارج۔ اسی لئے تمام ہونے کو ختم کہا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ چنانچہ ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ۔	اللہ تعالیٰ نے ان کفّار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی
۲۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝	آج ہم ان کے مُنہ پر مہر لگادیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وُہ کرتے تھے۔
۳۔ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ۔	تو اگر اللہ چاہے تو آپکے دل پر رحمت وحفاظت کی مہر لگادے
۴۔ وَيُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ۔	تمھاری شراب پلائے جائینگے جو مُہر کی ہوئی ہے اسکی مہر مشک پر ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں ختم بمعنی مہر استعمال فرمایا گیا ہے کہ جب کفّار کے دل وکان پر مُہر لگ گئی تو نہ باہر سے وہاں ایمان داخل ہو۔ نہ وہاں سے کفر باہر نکلے۔ یُوں ہی جنّت میں شرابًا طہُورًا ایسے برتنوں سے پلائی جائے گی جن پر حفاظت کے لئے مُہر ہے تاکہ کوئی توڑ

Marfat.com

کر نہ باہر سے کوئی آمیزش کر سکے۔ نہ اندر سے کچھ نکال سکے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اس جگہ خاتم عرفی معنی میں استعمال ہوا یعنی آخری اور پچھلا۔ لہٰذا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا ناممکن ہے۔ اس معنی کی تائید حسب ذیل آیات سے ہوتی ہے۔ اور ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

۱۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔

آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پُوری کر دی۔

۲۔ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسُول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم سب نبی ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

۳۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہی ہیں ان سے پہلے سارے رسُول گزر چکے۔

۴۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔

تو کیسی ہو گی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب ان سب پر گواہ نگہبان لائیں گے۔

ان آیتوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین مکمل ہے اور دین کے مکمل ہو چکنے کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ دُوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کی تصدیق کرتے ہیں کسی نبی کی بشارت یا خوشخبری نہیں دیتے اور پچھلے نبی کی تصدیق ہوتی ہے۔ آئندہ کی بشارت۔ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو اس کے بشیر بھی ہوتے

Marfat.com

تیسرے یہ کہ آپ سارے پیغمبروں اور ان کی اُمتوں پر گواہ ہیں لیکن کوئی نبی حضور کا گواہ یا حضور کی اُمت کا گواہ نہیں۔ جس سے معلوم ہُوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ چوتھے یہ کہ سارے نبی آپ سے پہلے گزر چکے۔ کوئی باقی نہیں رہا۔

اِعتراض : خاتم النّبیّین کے معنی ہیں نبیوں سے افضل جیسے کہا کرتے ہیں فلاں شخص خاتم الشعراء یا خاتم المحدّثین ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ شاعروں یا محدّثوں میں آخری شاعر یا آخری محدّث ہے بلکہ محدّثوں میں افضل ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو فرمایا اَنْتَ خَاتِمُ الْمُهَاجِرِیْنَ تم مہاجرین میں خاتم یعنی افضل ہو نہ یہ معنی کہ آخری مہاجر ہو کیونکہ ہجرت تو قیامت تک جاری رہے گی لہٰذا آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں۔ ہاں آپ سب سے افضل ہیں اور خاتم النّبیّین کے معنی یہی ہیں۔

جواب : خاتم ختمٌ سے بنا ہے جس کے معنی افضل نہیں ورنہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کے معنی یہ ہوتے کہ اللہ نے کافروں کے دل افضل کر دیئے۔ جب ختم میں فضلیت کے معنی نہیں تو خاتم میں جو اس سے مشتق ہے۔ یہ معنی کہاں سے آگئے۔ لوگوں کا کسی کو خاتم الشعراء کہنا مبالغہ ہوتا ہے۔ گویا اب اس شان کا شاعر نہ آوے گا۔ کہا کرتے ہیں فلاں پر شعر گوئی ختم ہو گئی۔ رب تعالیٰ کا کلام مبالغہ اور جھوٹ سے پاک ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان مہاجرین میں جنہوں نے مکّہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کی۔ آخری مہاجر ہیں۔ کیونکہ ان کی ہجرت فتح مکّہ کے دن ہُوئی جس کے بعد یہ ہجرت بند ہو گئی لہٰذا وہاں بھی خاتم آخر کے معنی میں ہے۔ سرکار نے فرمایا لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْيَوْمِ۔ آج کے بعد اب مکّہ سے ہجرت نہ ہوگی۔ اگر وہاں خاتم کے معنی افضل ہوں تو لازم آئے گا کہ حضرت عبّاس نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی افضل ہو جاویں کیونکہ حضور بھی مہاجر ہیں۔

Marfat.com

اعتراض: اگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السّلام کیوں آپ کے بعد آویں گے۔ آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہ چاہیئے؟

جواب: آخری نبی کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے زمانہ یا آپ کے بعد کوئی نبی باقی نہ رہے۔ آخری اولاد کے معنی یہ ہیں کہ پھر کوئی بچّہ پیدا نہ ہو۔ نہ یہ کہ پچھلے سب مر جاویں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا تشریف لانا اب نبوّت کی حیثیّت سے نہ ہوگا بلکہ حضوُر کے اُمّتی کی حیثیّت سے یعنی وُہ اپنے وقت کے نبی ہیں اور اس وقت کے اُمّتی۔ جیسے کوئی جج دُوسرے جج کی کچہری میں گواہی دینے کے لئے جاوے تو وُہ اگرچہ اپنے علاقہ میں جج ہے مگر اس علاقہ میں گواہ۔ عیسیٰ علیہ السّلام محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علاقہ میں انکے دین کی نصرت و مدد کرنے تشریف لاویں گے۔

نوٹ ضرُوری: جب ختم بمعنی مہر ہوتا ہے تو اس کے بعد علیٰ ضرور ہوتا ہے۔ خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ جیسے کہ ہماری پیش کردہ آیات سے ظاہر ہے اور جب ختم بمعنی آخر ہونا یا تمام کرنا ہوگا تو علیٰ کی ضرورت نہیں خاتم النّبیّین میں علیٰ نہ ظاہر ہے نہ پوشیدہ۔ لہٰذا یہاں آخری نبی مُراد ہیں۔

نوٹ ضروری: خاتم النّبیّین کے معنی "آخری نبی" خود حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائے اور اس پر اُمّت کا اجماع رہا۔ اب آخری زمانہ میں مولوی محمّد قاسم دیوبندی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے نئے معنے ایجاد کئے یعنی اصلی نبی، افضل نبی اور ان اجماعی معنی کا انکار کیا۔ اسی لئے ان دونوں پر عرب وعجم کے عُلماء نے فتویٰ کفر دیا اور جیسے قرآن مجید کے الفاظ کا انکار کفر ہے ویسے ہی اس کے اجماعی معنی کا انکار بھی کفر ہے اگر کوئی کہے کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ پر میرا ایمان ہے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ہیں مگر صلوٰۃ کے معنی نماز نہیں بلکہ اس کے

Marfat.com

معنے دُعا ہیں۔ ہاں نماز بھی اس معنی میں داخل ہے اور زکوٰۃ معنی صدقہ واجبہ نہیں۔ بلکہ اس کے معنی پاکی ہے۔ ہاں صدقہ وخیرات بھی اس میں داخل ہے تو وُہ کافر ہے۔ کیونکہ اگرچہ وُہ قرآن کے لفظوں کا انکار نہیں کرتا۔ مگر متواتر معنی کا انکار کرتا ہے اس صُورت میں خواہ نماز کو فرض ہی مانے مگر جب قرآن میں الصّلوٰۃ کے معنی نماز نہیں کرتا۔ تو وُہ کافر ہے۔

نیز نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سارے صفات کو ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے جیسے کہ حضور نبی ہیں۔ رسُول ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں اور رحمت للعالمین ہیں۔ ایسے ہی آپ خاتم النّبیّین بمعنی آخری نبی ہیں جیسے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کا ماننا ضروری ہے اور نبوّت کے وُہی معنی ہیں جو مسلمان مانتے ہیں۔ ایسے ہی آپ کو خاتم النّبیّین اسی معنی سے ماننا ضروری ہے جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ نیز جیسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ میں اِلٰہَ نکرہ ہے۔ نفی کے بعد تو معنی یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی طرح کا کوئی معبُود نہیں۔ نہ اصلی نہ ظلّی نہ بروزی نہ مراتی نہ مذاتی۔ ایسے ہی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نبی نکرہ نفی کے بعد ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی طرح کا نبی۔ اصلی، نقلی، بروزی وغیرہ آنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا دُوسرا اللہ ہونا جو کوئی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوّت کا امکان بھی مانے' وُہ بھی کافر ہے لہٰذا دیوبندی اور قادیانی اس ختم نبوّت کے انکار کی وجہ سے دونوں مرتد ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ اے صحابیو! اگر ایسا ایمان لائیں جیسا تمہارا ایمان ہے تو ہدایت پاجائینگے اور صحابہ نے حضور کے بعد کوئی نبی نہ مانا لہٰذا نبی ماننا گمراہی ہے۔

Marfat.com

دُوسرا باب

قواعد قرآنیہ

پہلے باب میں معلوم ہو چکا کہ قرآن شریف میں ایک لفظ چند معنی میں آتا ہے۔ ہر مقام پر لفظ کے وہی معنی کرنا چاہئیں جو اس جگہ مناسب ہوں۔ اب ہم وہ قاعدے بیان کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے کہ لفظ کے معنے معلوم کرنے کے قاعدے کیا ہیں۔ کیسے معلوم کریں کہ یہاں فلاں معنی ہیں۔ ان قواعد کو بغور مطالعہ کرو تاکہ ترجمہ قرآن میں غلطی واقع نہ ہو۔

قاعدہ نمبر (۱)

الف : جب وحی کی نسبت نبی کی طرف ہو گی تو اس کے معنی ہوں گے۔ رب تعالیٰ کا بذریعہ فرشتہ پیغمبر سے کلام فرمانا۔ یعنی وحی الٰہی عرفی۔

ب : جب وحی کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس سے مراد ہو گا دل میں ڈالنا، خیال پیدا کر دینا۔ الف کی مثال ان آیات میں ہے :

۱۔ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔	بیشک ہم نے وحی کی تمہاری طرف جیسے وحی کی تھی نُوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی طرف۔
۲۔ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ ۔	اور وحی کی گئی نُوح کی طرف کہ اب ایمان نہ لائیگا مگر وہ جو ایمان لا چکے۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں وحی سے مراد ہے وحی ربانی جو پیغمبروں پر آتی ہے ب کی مثال

Marfat.com

یہ آیات ہیں:

۱۔ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ۔	اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔
۲۔ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِیٰٓئِهِمْ	اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتا ہے
۳۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِیْهِ۔	اور ہم نے موسیٰ السلام کی ماں کے دل میں ڈالدیا کہ انہیں دودھ پلاؤ

ان آیتوں میں چونکہ وحی کی نسبت شہد کی مکھی یا موسیٰ علیہ السّلام کی ماں یا شیطان کی طرف ہے اور یہ سب نبی نہیں۔ اسلئے یہاں وحیٔ نبوّت مراد نہ ہو گی بلکہ فقط دل میں ڈال دینا مُراد ہوگا۔ کبھی وحی اس کلام کو بھی کہا جاتا ہے جو نبی سے بلا واسطہ فرشتہ ہو جیسے اس آیت میں ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى۔	پس ہو گئے وہ محبوب دو کمانوں کے فاصلہ پر اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی کی۔

معراج کی رات قرب خاص کے موقعہ پر جب فرشتہ کا واسطہ نہ رہا تھا جو ربّ تعالیٰ سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہمکلامی ہوئی۔ اسے وحی فرمایا گیا۔

قاعدہ نمبر ۲

(الف): جب عبد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مُراد مخلوق عابد یا بندہ ہوتا ہے۔

(ب): جب عبد کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی خادم نوکر ہوں گے۔

Marfat.com

(الف) کی مثال ان آیات میں ہے:

۱ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔	پاک ہے وہ جو اپنے بندہ خاص کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔
۲ وَاذْکُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ	ہمارے بندے ایوب کا ذکر فرمایا۔
۳ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ۔	میرے خاص بندوں پر اے ابلیس تیرا غلبہ نہ ہوگا۔

ان تمام آیتوں میں چونکہ عبد کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہے اسلیئے یہاں عبد کے معنی بندہ عابد ہوں گے۔

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے:

۱ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ۔	اور نکاح کردو ان میں سے ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق غلاموں اور لونڈیوں کا۔
۲ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ۔	فرمادو کہ اے میرے وہ غلامو جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر مت نا امید ہو اللہ کی رحمت سے۔

ان آیتوں میں چونکہ عبد کی نسبت بندوں کی طرف ہے۔ اسلئے اس کے معنی مخلوق نہ ہوں گے بلکہ خادم، غلام ہوں گے لہٰذا عبد النبی اور عبد الرسول کے معنی ہیں نبی کا خادم۔

قاعدہ نمبر ۳

(الف) جب رب کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد ہے حقیقی پالنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

(ب) جب کسی بندے کو ربّ کہا جاوے تو اس کے معنی ہوں گے مربّی، محسن، پرورش

Marfat.com

کرنے والا۔

(الف) کی مثال یہ آیات ہیں:

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝	ساری حمدیں اللہ کے لئے ہیں جو جہان کا ربّ ہے۔
۲۔ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۝	وہ اللہ تمہارا اور تمہارے پچھلے باپ دادوں کا ربّ ہے۔
۳۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ	فرما دو میں پناہ لیتا ہوں انسانوں کے ربّ کی۔

ان آیات میں چونکہ اللہ تعالیٰ کو ربّ کہا گیا لہٰذا اس سے مُراد حقیقی پالنے والا ہے۔

(ب) کی مثال ان آیتوں میں ہے۔

۱۔ اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ۔	اپنے مربّی (بادشاہ) کی طرف لوٹ جا پھر اس سے پوچھ کہ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے۔
۲۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔	فرمایا یوسف نے اللہ کی پناہ وہ بادشاہ میرا ربّ ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

ان آیتوں میں چونکہ بندوں کو ربّ کہا گیا ہے۔ اسلئے اس کے معنے مربّی اور پرورش کرنے والا ہیں۔

قاعدہ نمبر ۴

(الف) جب ضلال کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اسکے معنی گمراہ ہوں گے۔

(ب) جب ضلال کی نسبت نبی کی طرف ہو تو اسکے معنی وارفتہ محبت یا راہ سے ناواقف ہوں گے۔

الف کی مثال یہ ہے:

Marfat.com

۱۔ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ	جسے خدا گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں
۲۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؕ	ان کا راستہ نہ چلا جن پر غضب ہُوا نہ گمراہوں کا ۔
۳۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ؕ	جسے رب گمراہ کر دے تم اس کیلئے ہادی رہبر نہ پاؤ گے ۔

ان جیسی تمام آیتوں میں چونکہ ضلال کا تعلق نبی سے نہیں غیر نبی سے ہے تو اسکے معنی ہیں گمراہی خواہ کفر ہو یا شرک یا کوئی اور گمراہی سب اس میں داخل ہوں گے ۔

(ب) کی مثالیں :

۱۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ؕ	اے محبوب رب نے تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو اپنی راہ دے دی ۔
۲۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ	وہ فرزندان یعقوب علیہ السّلام بولے کہ خدا کی قسم تم تو اپنی پرانی خود رفتگی میں ہو ۔
۳۔ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ؕ	فرمایا موسیٰ نے کہ میں نے قبطی کو مارنے کا کام جب کیا تھا جب مجھے راہ کی خبر نہ تھی ۔

یعنی نہ جانتا تھا کہ گھونسہ مارنے سے قبطی مرجائے گا۔ ان جیسی تمام آیتوں میں ضلال کے معنی گمراہی نہیں ہو سکتے کیونکہ نبی ایک آن کے لئے گمراہ نہیں ہوتے ۔ ربّ فرماتا ہے :

۱۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ؕ	تمہارے صاحب محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم نہ بہکے نہ بے راہ چلے ۔
۲۔ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ	حضرت شعیب نے فرمایا کہ مجھ میں گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسُول ہوں ۔

Marfat.com

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ نبی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ آیت ۲ میں لکن بتا رہا ہے کہ نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتی ؏

قاعدہ نمبر ۵

(الف) مکر یا خداع کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنے دھوکہ یا فریب نہ ہوں گے۔ کیونکہ یہ عیب ہیں بلکہ اس کے معنی ہوں گے دھوکے کی سزا دینا یا خفیہ تدبیر کرنا۔

(ب) جب اس کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو مکر کے معنی دھوکہ، مکاری، دغابازی اور خداع کے معنی فریب ہوں گے۔ ان دونوں کی مثالیں یہ ہیں:

۱ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ۔	وہ اللہ کو دھوکا دیا چاہتے ہیں اور رب انہیں سزا دیگا یا رب ان پر خفیہ تدبیر فرمائے گا۔
۲ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ۔	منافقین دھوکہ دیا چاہتے ہیں اللہ کو اور مسلمانوں کو اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں پر۔
۳ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝	اور منافقوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تمام تدبیریں کرنیوالوں میں بہتر ہے۔

ان تمام آیتوں میں جہاں مکر یا خداع کا فاعل کفار ہیں۔ اس سے مراد دھوکا فریب ہے اور جہاں اس کا فاعل رب تعالیٰ ہے وہاں مراد یا تو مکر کی سزا ہے یا خفیہ تدبیر۔

قاعدہ نمبر ۶

(الف) جب تقویٰ کی نسبت رب کی طرف ہو تو اس سے مراد ڈرنا ہوگا۔

(ب) جب تقویٰ کی نسبت آگ یا کفر یا گناہ کی طرف ہو تو اس سے مراد بچنا ہوگا۔

Marfat.com

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝	اے لوگو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔
۲۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ط	اور بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

پہلے اتقوا کے معنی ڈرنا ہے کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور دوسرے اتقوا کے معنی بچنا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آگ کا ذکر ہے۔

قاعدہ نمبر ۷

مِنْ دُوْنِ اللہِ

(الف) جب مِنْ دُوْنِ اللہ عبادت کے ساتھ آوے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے سوا

(ب) جب مِنْ دُوْنِ اللہ مدد، نصرت، ولایت، دُعا بمعنی پکارنا کے ساتھ آوے۔ تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے مقابل یعنی اللہ کے سوا، وہ لوگ جو اللہ کے مقابل ہیں۔

(الف)۔ کی مثال یہ ہے:

۱۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ حَصَبُ جَهَنَّمَ	تم اور وہ چیزیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو دوزخ کا ایندھن ہیں۔
۲۔ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللہِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔	اور جو کوئی اللہ کے سوا دوسرے معبود کو پوجے
۳۔ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللہِ	بیشک مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم خدا کے ساتھ کسی کو

Marfat.com

اَحَدًا ۝	نہ پوجو۔

ان جیسی تمام آیتوں میں مِنْ دُوْنِ اللہ کے معنی اللہ کے سوا ہیں کیونکہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔

(ب) کی مثال یہ آیات ہیں:

۱ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ۔	اور تمہارا اللہ کے مقابل نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔
۲ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُوْنِنَا	کیا ان کے پاس ایسے معبود ہیں جو ہمارے مقابل انہیں بچالیں
۳ اَنْ لَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا۔	میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ۔
۴ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ شُفَعَاءَ	بلکہ بنائے انہوں نے اللہ کے مقابل حمایتی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں مِن دُون اللہ سے مُراد اللہ کے مقابل ہوگا یعنی اللہ کے مقابل تمہارا کوئی مددگار، ناصر، سفارشی، وکیل نہیں جو رب سے مُقابلہ کرکے تمہیں اس کے عذاب سے بچالے۔ اگر ان آیات میں اس کے معنی اللہ کے سوا کئے گئے یعنی خُدا کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں تو ان آیتوں سے تعارض ہوگا جن میں بندوں کو مددگار بتایا گیا ہے جیسا کہ پہلے باب میں گزر چکا۔ اس معنی کی تائید ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

۱ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءً۔	وُہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچالے اگر وہ تمہاری بُرائی چاہے۔
۲ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ۔	اور اگر تمہیں رب رسوا کرے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے۔

ان آیتوں نے بتایا کہ کوئی بندہ رب کے خلاف ہوکر اس کے مقابل رب سے کسی کو نہ

Marfat.com

بچا سکے نہ کسی کی مدد کر سکے ہاں اس کے ارادے، اس کے اذن سے بندے ولی بھی ہیں شفیع بھی ہیں، مددگار بھی ہیں وکیل بھی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۸

(الف) جب ولی ربّ کے مقابل آوے تو اس سے مُراد معبود یا مالک حقیقی ہے اور ایسا ولی اختیار کرنا شرک و کفر ہے۔

(ب) جب ولی رب کے مقابل نہ ہو تو اس سے مُراد دوست یا مددگار قریب وغیرہ ہیں

الف کی مثال یہ ہے:

۱۔ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ	کیا کافروں نے سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنائیں۔
۲۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا	ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔
۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ	بیشک وُہ جنہوں نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنالیا۔

ان جیسی آیتوں میں ولی بمعنی معبود ہے یا مالک حقیقی۔

(ب) کی مثال یہ ہے:

۱۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ہ	تمہارا دوست یا مددگار اللہ اور اس کا رسُول اور وُہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور رکوع کرتے ہیں
۲۔ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ	پس ہمارے لئے اپنی طرف سے ولی بنادے اور ہمارے

Marfat.com

لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۞ | لیے اپنی طرف سے مددگار مقرر فرما دے۔

ان جیسی آیات میں ولی سے مُراد معبُود نہیں بلکہ دوست یا مددگار وغیرہ مُراد ہیں کیونکہ یہاں رب کے مقابل ولی نہیں فرمایا گیا ہے اسکی پوری تحقیق پہلے باب میں ولی کے بیان میں گزر چکی ہے۔

قاعدہ نمبر ۹

(الف) جب دُعا کے بعد دشمنِ خُدا کا ذکر ہو یا دُعا کا فاعل کافر ہو۔ یا دُعا پر رب تعالےٰ کی ناراضگی کا اظہار ہو یا دُعا کرنے والوں کو رب تعالیٰ نے کافر۔ مشرک، گمراہ فرمایا ہو۔ تو دُعا سے مُراد عبادت پُوجنا وغیرہ ہوگا نہ کہ محض پکارنا یا بُلانا۔

(ب) جب دُعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو وہاں اُس کے معنی پکارنا، پُوجنا، دعا مانگنا ہوگا حسب موقعہ معنی کیے جائیں گے،

الف کی مثال یہ ہے:

۱۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۞ | اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو خدا کے سوا ایسوں کو پُوجے جو اس کی قیامت تک نہ سُنیں۔

۲۔ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۔ | بیشک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پُوجو۔

۳۔ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ ۞ | وہ ہی زندہ ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں بس اسے پُوجو۔

ان جیسی تمام آیات میں دُعا کے معنی پُوجنا ہیں۔ پکارنا یا بلانا نہیں۔ معنی یہ ہونگے کہ خُدا کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی کو نہ پکارو یا نہ بُلاؤ۔

(ب) کی مثال یہ آیات ہیں:

Marfat.com

۱۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً	اپنے رب سے دُعا مانگو عاجزی سے پوشیدہ۔
۲۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔	دُعا کرنیوالوں کی دُعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دُعا مانگتے ہیں

ان جیسی آیات میں دعا سے مُراد دُعا مانگنا بھی ہو سکتا ہے اور پوُجنا بھی' پکارنا بھی ایک ہی لفظ مختلف موقعوں پر مختلف معانی میں ہوتا ہے اگر بے موقعہ معنی کئے جاویں تو کبھی کفر لازم آجاتا ہے اسکی تحقیق پہلے باب میں دعا کے بیان میں گزر چکی۔

قاعدہ نمبر ۱۰

(الف) جب شرک کا مقابلہ ایمان سے ہوگا تو شرک سے مُراد ہر کفر ہوگا۔

(ب) جب شرک کا مقابلہ اعمال سے ہوگا تو مشرک سے مراد مشرکوں کا سا کام ہوگا نہ کہ کفر

(الف) کی مثال یہ ہے:

۱۔ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ	مومن غلام مشرک یعنی کافر سے بہتر ہے۔
۲۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا	مشرک یعنی کسی کافر سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں
۳۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ	بیشک اللہ مشرک کو نہ بخشے گا۔
مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ	اس کے سوا جسے چاہے بخش دے گا۔

ان تمام آیتوں میں شرک سے مُراد کفر ہے کیوں کہ مومنہ کا کسی کافر مرد سے نکاح جائز نہیں کوئی کفر جس پہ انسان مرجاوے بخشا نہ جاوے گا۔ مومن ہر کافر سے بہتر ہے۔ اگر یہاں شرک کے معنی صرف بُت پرستی کیا جاوے تو غلط ہوگا۔

(ب) کی مثال یہ ہے:

۱۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔	نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو۔

اس آیت میں اور اس حدیث میں مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ یہ ہی مُراد ہیں کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں' کافروں کا سا کام ہے

Marfat.com

کیوں کہ نماز نہ پڑھنا گناہ تو ہے۔ کفر یا شرک نہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۱

(الف) جب صلوٰۃ کے بعد علیٰ آوے تو اسکے معنی رحمت یا دعاء رحمت ہونگے یا نماز جنازہ۔

(ب) جب صلوٰۃ کے بعد علیٰ نہ آوے تو صلوٰۃ کے معنی نماز ہوں گے۔

الف کی مثال یہ ہے:

۱۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ	وہ اللہ ہے جو تم پر رحمت کرتا ہے اور اسکے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔
۲۔ وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔	آپ ان کے لئے دُعا کریں۔ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔
۳۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔	ان منافقوں میں سے کسی پر نہ آپ نماز جنازہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔
۴۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔	بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مُراد دُعا یا رحمت یا نماز جنازہ ہی مُراد ہو گا کیوں کہ ان میں صلوٰۃ کے بعد علیٰ آرہا ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے:

۱۔ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ۔	نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔
۲۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔	بے شک نماز مسلمانوں پر وقت کے مطابق واجب ہے۔

Marfat.com

اِن جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مُراد نماز ہے کیونکہ یہاں صلوٰۃ سے علیٰ کا تعلق نہیں دُوسری آیت میں اگرچہ علیٰ ہے مگر علیٰ کا تعلق کتابًا سے ہے، نہ کہ صلوٰۃ سے۔ لہٰذا یہاں بھی مُراد نماز ہی ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۲

مُردوں کا سُننا

جب قرآن شریف میں مُردے، اندھے، بہرے، گونگے۔ قبر والے کے ساتھ نہ لوٹنے دے، نہ ہدایت پانے نہ سُنانے وغیرہ کا ذکر ہوگا تو ان لفظوں سے مُراد کافر ہونگے یعنی دل کے مُردے، دل کے اندھے وغیرہ۔ عام مُردے وغیرہ مُراد نہ ہوں گے اور انکے نہ سُنانے سے مُراد ان کا ہدایت نہ پانا ہوگا نہ کہ واقع میں نہ سُننا۔ اور ان آیات کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ان دل کے مُردے، اندھے، بہرے کافروں کو نہیں سُنا سکتے۔ جس سے وُہ ہدایت پر آجاویں۔ یہ مطلب نہ ہوگا کہ آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے مثال یہ ہے۔

۱۔ صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ فَہُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ۙ	یہ کافر بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔
۲۔ اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَ لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ	تم ان مردوں (کافروں) کو نہیں سُنا سکتے اور نہ تم بہروں کو سنا سکتے ہو۔
۳۔ مَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ۙ	جو اس دُنیا میں اندھا ہے وُہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستے سے بہکا ہُوا ہے۔

یہ آیات قرآن شریف میں بہت جگہ آئی ہیں اور ان سب میں مُردوں، اندھوں، بہروں سے مُراد کفار ہی ہیں نہ کہ ظاہری آنکھوں کے اندھے اور بے جان مُردے۔ ان آیات کی تفسیر اُن

Marfat.com

آیتوں سے ہو رہی ہے۔

۱. اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝	بیشک تم نہیں سنا سکتے مُردوں کو اور نہ سنا سکتے ہو بہروں کو جب پھریں پیٹھ دیکر اور نہ تم اندھوں کو ہدایت کرنے والے ہو نہیں سنا سکتے تم مگر ان کو جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں

اس آیت میں مُردے اور اندھے بہرے کا مقابلہ مومن سے کیا گیا ہے جس سے معلوم ہُوا کہ مُردوں سے مُراد کافر ہیں۔

۲. وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝	اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ٹینٹ ہیں اور وُہ ان پر اندھا پن ہے۔ گویا وُہ دُور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

اس آیت نے بتایا کہ کافر گویا اندھا بہرا ہے۔

۳. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ	یہ کفّار وُہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کر دی پس انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لعنت سے آدمی اندھا بہرا ہو جاتا ہے یعنی دل کا اندھا بہرا۔

۴. وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝	جو رسُول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے اُن سے پُوچھے کہ کیا ہم نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے ہیں جنکی پُوجا کی جاوے۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ کے پیارے بندے وفات کے بعد سُنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ اگر گزشتہ وفات یافتہ پیغمبر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کلام نہ سُنتے یا جواب نہ دیتے تو

Marfat.com

ان سے پُوچھنے کے کیا معنی تھے۔ مُردوں کے سُننے کی اور آیات بھی ہیں جو پہلے باب میں دُعا کے معنی میں بیان کی جا چکیں۔

ہماری ان مذکورہ آیتوں نے بتا دیا کہ جہاں مُردوں کے سُننے سنانے کی نفی کی گئی ہے۔ وہاں مُردوں سے مُراد کافر ہیں۔ ان آیتوں سے یہ ثابت کرنا کہ مُردے سُنتے نہیں بالکل جہالت ہے۔ درنہ التحیات میں حضور کو سلام اور قبرستان میں مُردوں کو سلام نہ کرایا جاتا۔ کیونکہ نہ سُننے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ اسی لئے سوتے ہوئے کو سلام نہیں کرسکتے۔

قاعدہ نمبر ۱۳

جب مومن کو ایمان کا حکم دیا جائے یا نبی کو تقویٰ کا حکم ہو تو اس سے مراد ایمان اور تقویٰ پر قائم رہنا ہوگا۔ کیونکہ وہاں ایمان و تقویٰ تو پہلے ہی موجُود ہے اور تحصیل حاصل محال ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:

۱۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا۔	اے ایمان والو! ایمان لاؤ یعنی ایمان پر قائم رہو۔
۲۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ۔	اے نبی اللہ سے ڈرو یعنی اللہ سے ڈرے جاؤ۔
۳۔ وَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔	اے مومنو! اللہ و رسُول پر ایمان لاؤ یعنی ایمان پر قائم رہو

ان جیسی تمام آیات میں ایمان و تقوای پر استقامت مُراد ہے تاکہ ترجمہ درست ہو۔ نیز مُسلمانوں کو احکام عمل کرنے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کو احکام اسلئے دیئے جاتے ہیں تاکہ وُہ عمل کرائیں۔ جیسے جہاز کے مسافر پار اُترنے کے لئے جہاز میں سوار ہوتے ہیں اور کپتان پار اُتارنے کے لئے وہاں بیٹھتا ہے۔ اسی لئے مسافر کرایہ دے کر اور کپتان تنخواہ لے کر سوار ہوتے ہیں۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر ۱۴

(الف) جب خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مُراد پیدا کرنا ہو گی۔ یعنی نیست کو ہست کرنا۔

(ب) جب خلق کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس سے مُراد ہو گی بنانا۔ گھڑنا۔

الف کی مثال یہ آیات ہیں:

۱۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝	اللہ نے پیدا کیا موت زندگی تاکہ تمہارا امتحان کرے کہ کون اچھے عمل والا ہے۔
۲۔ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَّھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝	اور پیدا کیا اللہ نے ہر چیز کو اور وُہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔
۳۔ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ ۝	اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تم سے پہلے والوں کو۔

ان جیسی تمام آیتوں میں خلق کے معنی پیدا کرنا ہے کیونکہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے:

۱۔ اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ ۝	عیسٰے علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی شکل۔
۲۔ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْکًا ۝	تم خدا کے سوا بُتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو۔
۳۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝	پس بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانیوالا ہے

Marfat.com

قاعدہ نمبر ۱۵

(الف) حکم، گواہی، وکالت، حساب لینا، مالک ہونا۔ ان چیزوں کو جہاں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ وہاں حقیقی، دائمی، مستقل مراد ہوگا مثلاً کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے یا خدا کے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ تو مراد حقیقی دائمی مالک و مستقل وکیل ہے۔

(ب) جب ان چیزوں کو بندوں کی طرف نسبت کیا جاوے تو ان سے مراد عارضی عطائی مجازی ہوں گے۔

الف کی مثال یہ ہے:

۱. اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔	نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کا۔
۲. وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا۔	اور اللہ ہی کافی گواہ ہے۔
۳. اَنْ لَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا۔	میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔
۴. وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۔	آپ کا رب کافی وکیل ہے۔
۵. وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ وَکِیْلًا۔	ہم نے آپکو ان کافروں پر وکیل بنا کر نہ بھیجا۔
۶. وَمَآ اَنْتَ عَلَیْہِمْ بِوَکِیْلٍ۔	آپ ان کافروں پر وکیل نہیں۔
۷. وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا۔	اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا
۸. وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ	صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں
۹. فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا۔	پس اللہ تعالیٰ ہی کو وکیل بناؤ۔

ان جیسی ساری آیتوں میں حقیقی مالک حقیقی وکیل حقیقی گواہ، حقیقی حساب لینے والا مراد ہے۔

Marfat.com

اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی حاکم نہیں۔ کوئی حقیقی مالک، حقیقی وکیل، حقیقی گواہ نہیں جیسے کہ سکندر نامے میں ہے ؎

پناہ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیست اند آنچہ ہستی توئی

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے۔

۱۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا۔

اور اگر تم خاوند و بیوی کی مخالفت کا اندیشہ کرو تو ایک حکم پنچ خاوند والوں کی طرف سے اور دُوسرا حکم پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

۲۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔

اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت (فیصلہ) کرو تو انصاف سے کرو۔

۳۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ آپ کو اپنے اختلافات میں حاکم مان لیں۔

۴۔ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ۔

اور آپس میں ایک دُوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ لے جاؤ۔

۵۔ وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ

اور اپنے میں سے دو پرہیزگاروں کو گواہ بناؤ۔

۶۔ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا

آج تو اپنے پر خود ہی کافی حساب لینے والا ہے۔

۷۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔

اور حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں سوا ان کے جن کے تم مالک ہو۔

۸۔ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لو۔

۹۔ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں سے کسی کو موت آوے

Marfat.com

حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ | وصیت کرتے وقت تو تم میں سے دو معتبر شخص ہیں۔

ان جیسی تمام آیتوں میں عارضی، غیر مستقل، عطائی ملکیت گواہی، وکالت، حکومت، حساب لینا، بندوں کے لئے ثابت کیا گیا ہے یعنی اللہ کے بندے مجازی طور پر حاکم ہیں وکیل ہیں۔ گواہ ہیں۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ جیسے سمیع، بصیر، حی وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے اور بندوں کی بھی صفتیں یہ ہیں۔ فرماتا ہے۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ ہم نے انسان کو سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔ اللہ کا سننا دیکھنا دائمی غیر محدود، مستقل ذاتی ہے اور بندوں کا دیکھنا سننا، زندہ ہونا۔ عارضی، محدود، عطائی، غیر مستقل ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کا نام بھی علی ہے۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کا نام علی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مَوْلٰنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا۔ اور عالموں کو مولٰینا صاحب کہا جاتا ہے مگر اللہ کا علی یا مولیٰ ہونا اور طرح کا ہے اور بندوں کا علی اور مولیٰ ہونا کچھ اور قسم کا۔ یہ فرق ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۶

(الف) جہاں علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا جاوے یا اس کی بندوں سے نفی کی جاوے تو اس علم غیب سے ذاتی، دائمی جمیع علوم غیبیہ قدیمی مراد ہوگا۔

(ب) جہاں علم غیب بندوں کے لئے ثابت کیا جاوے یا کسی نبی کا قول قرآن میں نقل کیا جاوے کہ فلاں پیغمبر نے فرمایا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ وہاں مجازی، حادث، عطائی علم غیب مراد ہوگا جیسا کہ قاعدہ نمبر ۱۵ میں دیگر صفات کے بارے میں بیان کر دیا گیا۔

الف کی مثال یہ ہے:

Marfat.com

۱۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

تم فرماؤ کہ آسمانوں اور زمین میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔

۲۔ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔

اس رب کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

۴۔ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی۔ اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔

۵۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔

ان جیسی تمام آیات میں علم غیب ذاتی یا قدیمی یا مستقل مراد ہے۔ اس کی نفی بندوں سے کی جا رہی ہے۔

ب کی مثال یہ آیات ہیں:

۱۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔

قرآن ان پرہیزگاروں کا ہادی ہے جو غیب پر ایمان لائیں (ظاہر ہے کہ غیب پر ایمان جان کر ہی ہوگا)

۲۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

اللہ غیب کا جاننے والا ہے پس نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا پسندیدہ رسول کے۔

۳۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

اور سکھا دیا آپ کو وہ جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

Marfat.com

۴ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ٥	یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ جانتا ہوں میں اللہ کی طرف سے وہ جو آپ نہیں جانتے۔
۵ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ۔	اور خبر دیتا ہوں میں تمہیں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو۔
۶ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ۔	یوسف علیہ السلام نے فرمایا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آئیگا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو میرے ربّ نے مجھے سکھایا ہے
۷ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ٥	اور وہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔

ان جیسی تمام آیتوں میں علم غیب عطائی غیر مستقل حادث، عارضی مُراد ہے کیونکہ یہ علم غیب بندہ کی صفت ہے۔ جب بندہ خود غیر مستقل اور حادث ہے تو اس کی تمام صفات بھی ایسی ہی ہوں گی۔

قاعدہ نمبر ۱۷

(الف) جن آیتوں میں شفاعت کی نفی ہے وہاں یا تو دھونس کی شفاعت مُراد ہے یا کفّار کے لئے شفاعت یا بتوں کی شفاعت مُراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے جبراً شفاعت کوئی نہیں کر سکتا یا کافروں کی شفاعت نہیں یا بُت شفیع نہیں۔

(ب) جہاں قرآن شریف میں شفاعت کا ثبوت ہے۔ وہاں اللہ کے پیاروں کی مومنوں کے لئے محبّت والی شفاعت بالاذن مُراد ہے یعنی اللہ کے پیارے بندے مومنوں کو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی اجازت سے محبوبیت کی بنا پر بخشوائیں گے

الف کی مثال یہ ہے:

١ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ	وہ قیامت کا دن جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ دوستی نہ شفاعت
٢ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○	اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑ دیں۔ اور نہ اسے کوئی شفاعت نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو۔
٣ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ۔	پس نہ نفع دے گی ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت۔
٤ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ	کیا کافروں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں۔
٥ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ۔	اور ظالموں کا نہ کوئی دوست، نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔
٦ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔	شفاعت کا اختیار نہیں سوا ان کے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں
٧ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ۔	اور نہ ظالموں کا کوئی دوست ہے نہ سفارشی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں کفار کی شفاعت، بتوں کی شفاعت، جبری شفاعت کا انکار ہے۔ ان آیتوں کو نبیوں ولیوں یا مومنوں کی شفاعت سے کوئی تعلق نہیں۔

(ب) کی مثال یہ ہے:

١ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔	اور آپ انہیں دعا دیں بیشک آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔

Marfat.com

۲ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِہٖ	وُہ کون ہے جو رب کے نزدیک اسکی بے اجازت شفاعت کرے
۳ لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا ۔	یہ لوگ شفاعت کے مالک نہیں سوا ان کے جنہوں نے رب کے نزدیک عہد لے لیا ہے ۔
۴ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی	یہ حضرات نہ شفاعت کریں گے مگر اس کی جس سے رب راضی ہوا (مومن کی)
۵ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا ۔	شفاعت نفع نہ دے گی مگر ان کو جس کے لئے رب نے اجازت دی اور اس کے کلام سے رب راضی ہوا ۔

ان جیسی بہت سی آیتوں میں مسلمانوں کی شفاعت مُراد ہے جو اللہ کے پیارے بندے کریں گے تاکہ آیات میں تعارض نہ ہو ۔

نوٹ ضرُوری: جس حدیث میں ارشاد ہے کہ سُنت چھوڑنے والا شفاعت سے محروم ہے ۔ اس سے بلندیٔ درجات کی شفاعت مُراد ہے یعنی اس کے درجے بلند نہ کرائے جائیں گے کیونکہ دُوسری روایت میں ہے کہ گناہ کبیرہ والوں کے لئے شفاعت ہے یعنی بخشش کی شفاعت ۔ نیز بعض روایات میں ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے جانور اور مال کندھے پر لادے ہوئے حاضر بارگاہِ نبوی ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے ۔ مگر انہیں شفاعت سے منع کر دیا جاوے گا ۔ اس سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے منکر ہو کر کافر ہو گئے تھے ۔ اور کافر کی شفاعت نہیں جیسے خلافت صدیقی میں بعض لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو گئے یا مُراد ہے شفاعت نہ کرنا نہ کہ نہ کر سکنا ۔ اس کا بہت خیال چاہیئے ۔ یہاں بہت دھوکا لگتا ہے ۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر ۱۸

(الف) جب غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا جاوے، یا پکارنے والوں کی برائی بیان ہو تو اس پکارنے سے مُراد معبُود سمجھ کر پکارنا ہے۔ یعنی پُوجنا۔

(ب) جہاں غیر خدا کو پکارنے کا حکم ہے یا اس پکارنے پر ناراضی کا اظہار نہ ہو تو اس سے مُراد بلانا یا پکارنا ہی ہوگا۔

الف کی مثال یہ ہے:

۱۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ	اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا پُوجے۔
۲۔ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔	اور اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں دُعا کے معنی پُوجنا ہے یعنی معبُود سمجھ کر پکارنا نہ کہ محض پُکارنا۔

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے:

۱۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ	اللہ کے سوا جس کو طاقت رکھتے ہو بلالو۔
۲۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ۔	پکارو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے،

ان جیسی صدہا آیات میں دعا کے معنی پکارنا یا بلانا ہے۔ اس کی پُوری تحقیق پہلے باب میں دعا کی بحث میں گذر چکی۔ وہاں مطالعہ کرو۔

قاعدہ نمبر ۱۹

(الف)۔ جب غیر خدا کو ولی بنانے سے منع کیا جائے یا ولی ماننے والوں پر ناراضگی اور عتاب ہو یا ایسے کو مشرک کافر کہا جائے تو ولی سے مُراد معبود۔ یارب کے مقابل مددگار

Marfat.com

ہوگا۔ یا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قیامت میں کافروں کا مددگار کوئی نہیں۔

(ب)۔ جب غیر خدا کو ولی بنانے کا حکم دیا جاوے یا اس پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو ولی سے مُراد دوست مددگار باذن اللہ یا قریب ہوگا۔

(الف) کی مثال یہ ہے:

۱. وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ	اور ظالموں کیلئے نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔
۲. وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ	اللہ کے مقابل تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں اللہ کے مقابل مددگار مُراد ہے۔ ایسا مددگار ماننا کفر ہے۔

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے:

۱. اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ	تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسُول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔
۲. وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝	ہمارے لیئے اپنی طرف سے دوست بنا اور ہمارے لیئے اپنی طرف سے مددگار بنا دے۔

ان جیسی بیشمار آیتوں میں اللہ کے اذن سے مددگار مراد ہیں۔ اس کی پُوری تفصیل پہلے باب میں ولی کی بحث میں گذر چکی۔ وہاں مطالعہ کرو۔

قاعدہ نمبر ۲۰

(الف) جہاں وسیلہ کا انکار ہے۔ وہاں بتوں کا وسیلہ یا کفار کے لئے وسیلہ مُراد ہے۔ یا وہ وسیلہ مُراد ہے۔ جس کی پُوجا پاٹ کی جاوے۔

(ب) جہاں وسیلہ کا ثبوت ہے۔ وہاں رب کے پیاروں کا وسیلہ یا مومنوں کے لیئے

Marfat.com

وسیلہ مُراد ہے تاکہ آیتوں میں تعارض واقع نہ ہو۔

الف کی مثال یہ ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى	نہیں پُوجتے ہیں ہم اُن بتوں کو مگر اسلئے تاکہ وہ ہمیں خدا سے قریب کر دیں۔

اس سے معلوم ہُوا کہ مشرکین عرب اپنے بتوں کو جو اللہ کے دُشمن ہیں۔ خُدا رسی کا وسیلہ سمجھ کر پُوجتے تھے یعنی ان کے شرک کی وجہ دو ہوئیں۔ ایک دشمنانِ خدا کو اس تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھنا، دُوسرے انہیں پوجنا۔ صرف وسیلہ اختیار کرنے کی وجہ سے مشرک نہ ہُوئے۔

ب کی مثال یہ ہے:

۱۔ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔	اس رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو
۲۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔	اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے حضور آجاویں پھر خدا سے معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے دعا مغفرت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پاویں۔
۳۔ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ	اور وُہ رسول انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔
۴۔ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ۔	فرماؤ کہ تمہیں موت دے گا وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں وسیلہ کا ثبوت ہے مگر وُہی وسیلہ مُراد ہے جو اللہ کے اذن اور اجازت سے اس کا پیارا بندہ رب تک پہنچائے:

Marfat.com

نوٹ ضروری: وسیلہ اسلام میں بڑی اہم چیز ہے کیونکہ سارے اعمال موت پر ختم ہو جاتے ہیں مگر وسیلہ پکڑنا موت، قبر، حشر ہر جگہ ضروری ہے کہ حضور کے نام پر موت ہو۔ قبر میں ان کے نام پر کامیابی ہو۔ حشر میں ان کے طفیل نجات ہو۔ نیز اور اعمال کی ضرورت صرف انسانوں کو ہے مگر وسیلہ کی ضرورت ہر مخلوق کو۔ دیکھو کعبہ معظّمہ حضور کے وسیلہ کے بغیر قبلہ نہ بنا اور حضور کے ہاتھوں کے بغیر بتوں کی گندگی سے پاک نہ ہو سکا۔ وسیلہ کا انکار اسلام کے بڑے اہم مسئلہ کا انکار ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۱

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ انسان کو صرف اپنے عمل ہی کام آویں گے یا فرمایا گیا ہے کہ نہیں ہے انسان کے لئے مگر وُہ جو خود کرے۔ اس سے مُراد بدنی فرض عبادتیں ہیں یا یہ مطلب ہے کہ قابلِ اعتماد اپنے اعمال ہیں کسی کے بھیجنے کا یقین نہیں
(ب) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ دوسروں کی نیکی اپنے کام آتی ہے۔ اس سے مُراد اعمال کا ثواب ہے یا مصیبت دُور ہونا یا درجے بلند ہونا۔

۱۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔	نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جو کوشش کرے۔
۲۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔	اس نفس کیلئے مفید ہیں وہ عمل جو خود کرے اور اس کو مضر ہیں وہ گناہ جو خود کرے۔

ان دونوں آیتوں کا منشا یہ ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا۔ فرضی روزہ نہیں رکھ سکتا۔ ان آیتوں میں اسی لئے سعی اور کسب کا ذکر ہے یا منشا یہ ہے کہ اپنی ملکیت انہی عملوں پر ہے جو خود کر لئے جاویں۔ کیا خبر کوئی دُوسرا ثواب بھیجے یا نہ بھیجے۔ اس کے بھروسہ پر خود غافل رہنا بیوقوفی ہے۔

Marfat.com

ب کی مثال یہ ہے:

۱۔ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَّبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا۔	حضرت خضر نے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کا خزانہ ہے اوران کا باپ نیک تھا پس تمہارے رب نے چاہا کہ یہ بالغ ہوں تو اپنا خزانہ نکالیں
۲۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ۔	اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد اُن سے ملادی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔

پہلی آیت سے معلوم ہُوا کہ جس گرتی ہوئی دیوار کی مرمّت حضرت خضر و موسیٰ علیہما السّلام نے کی ۔ وجہ صرف یہ تھی کہ اس کے نیچے خزانہ تھا جو ایک نیک آدمی تھا۔ اسکے دو چھوٹے بچّے تھے ۔ ربّ تعالیٰ نے چاہا کہ دیوار کھڑی رہے اور خزانہ محفوظ رہے تاکہ بچّے جوان ہوکر نکال لیں اس لئے دو پیغمبروں کو اس کی مرمّت کے لئے بھیجا۔ ان نابالغ یتیموں پر یہ مہربانی ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے ہوئی۔

دُوسری آیت سے معلوم ہُوا کہ نیکوں کی مومن اولاد جنّت میں اپنے ماں باپ کیساتھ رہے گی اگرچہ اولاد کے اعمال باپ سے کم درجہ کے ہوں۔ ایسے ہی نابالغ بچّے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرزندان حضرت طیّب وطاہر و قاسم و ابراہیم جنّت میں حضور کے ساتھ ہوں گے حالانکہ کوئی نیکی نہ کی۔ معلوم ہُوا کہ کسی کی نیکی دُوسرے کے کام آجاتی ہے اسی وجہ سے ایصالِ ثواب، فاتحہ وغیرہ کرتے ہیں بلکہ حج بدل بھی دُوسرے کی طرف سے کرسکتے ہیں۔ اور زکوٰۃ میں دُوسرے کے نائب بن سکتے ہیں۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر ۲۲

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا۔ اس سے مطلب ہے کہ بخوشی نہ اٹھائے گا یا اس طرح نہ اُٹھائے گا جس سے مجرم آزاد ہو جائے گا۔

(ب) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں بعض لوگ بعض کا بوجھ اٹھائینگے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً اُٹھائیں گے یا یہ بھی اُٹھائیں گے اور مجرم بھی۔ یہ تو اٹھائیں گے گناہ کرانے کی وجہ سے اور مجرم بوجھ اٹھائے گا۔ گناہ کرنے کی وجہ سے

الف کی مثال یہ آیت ہے:

۱۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔	اور نہ کمائے گا کوئی نفس مگر اپنے ذمہ پر اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائیگی۔
۲۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا۔	اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے لئے بھلائی کرو گے اور اگر برا کرو گے تو اپنا۔
۳۔ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔	جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وُہ اپنے ہی بُرے کو بہکا۔
۴۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ	اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اُٹھائیں گے۔ بیشک وہ جھوٹے ہیں۔
۵۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا	اسی جماعت کے لئے وُہ ہے جو وُہ خود کما گئی۔

Marfat.com

تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ | تمہارے لئے تمہاری کمائی ہے اور تم ان کے اعمال سے نہ پوچھے جاؤ گے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ کسی کی پکڑ دوسرے کی وجہ سے نہ ہوگی اور کوئی کسی کا نہ گناہ اُٹھائے۔ نہ نیکی سے فائدہ پائے بلکہ اپنی کرنی اپنی بھرنی ہے۔

ب کی مثال یہ ہے:

۱۔ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ | اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کیساتھ اور بوجھ اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائینگے جو کچھ بہتان اُٹھاتے تھے۔

۲۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ | اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

۳۔ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ | اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں سے خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا۔ اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

۴۔ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ۔ | تم قرآن کے پہلے کافر نہ ہو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قیامت میں بعض گنہگار دُوسرے مجرموں کا بھی بوجھ اٹھائینگے اور یہ بھی پتہ لگا کہ بعض کے گناہوں کی وجہ سے دُنیا میں بھی دُوسروں پر مصیبت آجاتی ہے یہ بھی معلوم ہُوا کہ اپنی نجات کے لئے اپنے گھر والوں کو ہدایت دینا ضروری ہے مطابقت اسی طرح ہوگی جو ہم نے عرض کر دیا کہ بخوشی کوئی کسی کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ اس طرح نہ اُٹھائے گا کہ اصلی مجرم بالکل آزاد ہو جائے۔ ہاں گمراہ کرانیوالا بُری باتوں

Marfat.com

کا موجد سارے مجرموں کا بوجھ اُٹھائے گا۔ یہ ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔

قاعدہ نمبر ۲۳

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ رسُولوں میں فرق نہ کرو۔ وہاں ایمان میں فرق کرنا مُراد ہے یعنی ایسے فرق نہ کرو کہ بعض کو مانو اور بعض کو نہ مانو۔ یا مُراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے فرق پیدا نہ کرو یعنی ان کے فضائل اپنی طرف سے نہ گھٹاؤ یا ایسا فرق نہ کرو جس سے بعض پیغمبروں کی توہین ہو جاوے۔

(ب)۔ جن آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبروں میں فرق ہے۔ وہاں درجات اور مراتب کا فرق مُراد ہے یعنی بعض کے درجے بعض سے اعلیٰ ہیں۔

الف کی مثال یہ ہے:

۱۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ	مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے
۲۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ؀	اور جو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان رسولوں میں سے کسی میں فرق نہ کرے۔ یہ وہ ہیں جنہیں رب ان کا ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیتوں میں ایمان کا فرق مُراد ہے یعنی بعض پیغمبروں کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا یہ کفر ہے۔ ایمان کے لئے سب نبیوں کو ماننا ضروری ہے۔ اس کی تفسیر اس آیت نے کی۔

۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ	بیشک وُہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں

Marfat.com

ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝	رستہ بنالیں۔

اس آیت نے بتا دیا۔ کہ پیغمبروں کے درمیان ایمان لانے میں فرق کرنا منع ہے۔

ب کی مثال یہ ہے:

۱۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط	یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ان میں سے وُہ ہی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض وُہ ہیں جنہیں درجوں میں بلند کیا۔
۲۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝	اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا گواہ خوشخبریاں دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلاتا اور چمکانے والا سُورج۔
۳۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر تمام جہانوں کی رحمت۔

ان آیات سے معلوم ہُوا کہ بعض پیغمبر بعض سے افضل ہیں اور خصوصاً ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سارے رسُولوں میں ایسے ہیں جیسے تاروں میں سُورج اور سارے جہان کی رحمت ہیں۔ یہ صفات اَوروں کو نہ ملیں۔

نوٹ ضروری: بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہم کو یُونس علیہ السّلام پر بھی بزرگی نہ دو اور بعض میں آیا ہے کہ ہم تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ ان احادیث میں مطابقت اسی طرح ہے کہ ایسی بزرگی دینا جس سے یونس علیہ السّلام کی توہین ہو جاوے منع ہے اور اس طرح حضور کی شان بیان کرنا کہ ان حضرات کی عظمت برقرار رہے اور حضور کی شان معلوم ہو جائے۔ بالکل جائز بلکہ ضروری ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر ۲۴

(الف). قرآن شریف میں جہاں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہلوایا گیا ہے کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا. وہاں اٹکل حساب قیاس اندازے سے جاننا مُراد ہے یعنی میں اندازے یا قیاس سے یہ نہیں جانتا.

(ب). اور جہاں اس کے خلاف ہے وہاں وحی، الہام کے ذریعہ سے علم دینا مُراد ہے.

الف کی مثال یہ ہے:

۱ وَمَآ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ	اور مَیں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا جاویگا اور تمہارے ساتھ کیا.

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے معاملات نجوم، رمل، قیاس، حساب، اٹکل سے معلوم نہیں ہو سکتے میں باوجودیکہ پیغمبر ہوں اور پیغمبر کی عقل تمام دُنیا سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے لیکن میری کامل عقل ان باتوں کے جاننے کے لئے کافی نہیں میں بھی عقل سے یہ چیزیں نہیں جانتا تو تم کیسے جان سکتے ہو. مجھے یہ علم وحی کے ذریعہ ہوا اور تم صاحب وحی نہیں ہو تو ایسی باتوں میں عقل پر زور نہ دیا کرو. اس کی تفسیر اسی آیت کے آخر میں یوں ہو رہی ہے:

اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ.	میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا.

معلوم ہُوا کہ آخرت کی پکڑ اور نجات وغیرہ وحی سے معلوم ہوتے ہیں جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پر آتی ہے اسلئے اِس آیت میں درایت کی نفی کی گئی. درایت کے معنی عقل سے جاننا. خدا تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہتے کیونکہ وہ عقل سے پاک ہے، اس کا علم عقلی نہیں حضوری ہے.

Marfat.com

اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۔ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ	اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ ایمان تفصیل وار۔

اس آیت کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے قرآن اور ایمان کو عقل، قیاس اندازے سے معلوم نہ فرمایا۔ بلکہ اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ یہاں بھی درایت کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم ظہورِ نبوّت سے پہلے عبادات کرتے تھے ایمان سے خبردار تھے۔ عیسیٰ علیہ السّلام کا ماں کی گود میں توحید، رسالت، احکام سے واقف ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی پیدائش سے چند گھنٹے بعد قوم سے فرمایا۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۔ الآیۃ	فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور نبی فرمایا۔ (الخ)

جب کلمۃ اللہ صلوٰت اللہ علیہ وسلمہ، بچپن میں رب سے بے خبر نہیں تو جو حبیبُ اللہ ہوں وہ کیسے بے خبر ہوں گے۔ لہٰذا اس آیت کے معنی وُہ ہی ہیں جو عرض کئے گئے یعنی قیاس سے معلوم کرنا۔

ب کی مثال اس آیت میں ہے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ	تاکہ بخشدے اللہ تعالیٰ تمہارے طفیل تمہارے وُہ گناہ جو اگلے ہیں اور جو پچھلے ہیں۔

یہاں تمہارے گناہ سے مُراد اُمّت کے وُہ گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور کے ذمّہ کرم پر ہے۔ جیسے وکیل کہتا ہے میرا مقدمہ فسخ ہوگیا یعنی وُہ مقدّمہ جس کی پیروی میرے ذمّہ ہے

Marfat.com

نہ یہ مطلب کہ میں اس میں گرفتار ہوں کیونکہ نبی گناہ سے معصوم ہیں۔

۱۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔	ہم نے تم کو کوثر دے دیا۔
۲۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔	ہم نے تمہارا ذکر اُونچا کر دیا۔

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہُوا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے انجام سے باخبر کئے گئے ہیں مگر یہ علم وحی کا ہے نہ کہ محض عقلی۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں حضور تو اپنی امت کے انجام کی بھی خبر رکھتے ہیں قرآن میں حضور کو شاہد فرمایا اور گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ سے خبردار ہو۔ اسی لئے فرمایا حسن حسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں ابوبکر جنتی ہیں فاطمۃ الزہرا جنتی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۵

الف: جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت نہیں کرتے وہاں مُراد ہے اللہ کی مرضی کے خلاف اس کے مقابل ہدایت نہیں کرتے کہ رب چاہے کسی کو گمراہ کرنا اور نبی ہدایت کر دیں یہ ناممکن ہے۔

ب: جہاں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت کرتے ہیں۔ وہاں مُراد ہے باذن الٰہی ہدایت کرتے ہیں۔

الف کی مثال یہ ہے:

۱۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ٥	بیشک تم ہدایت نہیں کرتے جسے محبت کرو لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وُہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

Marfat.com

لطیفہ: اس جگہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے لئے اَحْبَبْتَ فرمایا۔ اور اللہ کیلئے یَشَآءُ فرمایا دونوں جگہ اَحْبَبْتَ یا دونوں جگہ یَشَآءُ نہیں بولا گیا۔ اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق ہی سے محبّت فرماتے ہیں۔ کیونکہ رحمت للعالمین ہیں اور آپ کو پسند ہے کہ سب کو ہی ہدایت ملے۔ مگر آپ کی اس محبّت پر ہدایت نہیں ملتی۔ لیکن آپ اسی کی ہدایت چاہتے ہیں جسکی ہدایت رب چاہے جو فنا فی اللہ ہو وہ اپنی مشیّت رب کی مشیّت میں فنا کر دیتا ہے۔ اس کے بغیر چاہے چاہتا بھی نہیں۔ ربّ تعالیٰ بھی ربوبیّت کے لحاظ سے ساری مخلوق سے محبّت کرتا ہے کیونکہ ربّ العالمین ہے۔ اسی لئے ہادی بھیجے۔ مگر چاہتا اس کی ہدایت ہے جسکی ہدایت میں حکمت ہے تو ہدایت نہ حضور کی محض محبّت سے ملتی ہے نہ اللہ کی محض محبّت سے۔ ہاں رب کے ارادہ سے اور پھر حضور کے ارادے سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

۱۔ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔	اور اگر ان کفّار کا پھرنا آپ پر شاق گزرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ پھر ان کیلئے نشانی لے آؤ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس تم نادان نہ بنو۔
۲۔ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۔	آپ پر ان کی ہدایت نہیں لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں رب کے خلاف مرضی ہدایت دینا مراد ہے۔ یہ نہ نبی سے ممکن ہے نہ قرآن سے۔

ب کی مثال یہ ہے۔

Marfat.com

۱۔ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ	اور تم اے محبوب ہدایت ہو سیدھے راستے کی۔
۲۔ اِنَّ الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ	بیشک قرآن ہدایت دیتا ہے اس راستہ کی جو سیدھا ہے۔
۳۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ	وہ نبی مسلمانوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں
۴۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ	ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کیلئے ہدایت اور راہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں ہیں۔

ان جیسی تمام آیات میں جن میں قرآن یا توریت یا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہادی فرمایا گیا ہے۔ ہدایت سے مُراد اللہ کی مرضی سے راہ دکھانا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۶

(الف) جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ غیر خدا کے نام پر پکارا ہُوا جانور حرام ہے وہاں ذبح کے وقت کسی کا نام پکارنا مُراد ہے۔

(ب)۔ جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ غیر خُدا کے نام پر پکارا ہُوا جانور حرام نہیں ہے حلال ہے۔ ان میں زندگی کی حالت میں کسی کا نام پکارنا مُراد ہے جیسے بتّوں کے نام پر چھوڑا ہُوا جانور یا زید کی بکری۔ عبد الرحیم کی گائے۔

۱۔ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ	اور حرام ہے وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو۔
۲۔ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ	اور تمہارا کیا حال ہے کہ وہ جانور نہیں کھاتے جس پر بوقت ذبح خدا کا نام پکارا گیا۔

Marfat.com

٣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ۔	اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا جائے ۔

ان تمام آیتوں میں اس جانور کے کھانے سے منع فرمایا گیا ہے جو کسی غیرِ خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے کہ حرام کرنے والی یہ ہی چیز ہے ۔

ب کی مثال یہ ہے ۔

١ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ	نہیں مقرر کیا اللہ نے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں

یہ جانور جو اس آیت میں مذکور ہوئے ، مشرکین عرب کی طرف سے بتوں کے نام پر چھوڑے جاتے تھے یعنی زندگی میں ان پر غیرِ خدا کا نام پکارا جاتا تھا اور مشرکین انہیں حرام سمجھتے تھے ۔ ان کے حرام سمجھنے کی تردید اس آیت میں کر دی گئی ہے اور انہیں حلال فرمایا گیا ۔ لہٰذا آج مُشرکین کے چھوڑے ہوئے بجار حلال ہیں ۔ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ ۔

قاعدہ نمبر ٢٧

(الف) جہاں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہلوایا گیا ہے کہ میں اپنے اور تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں ۔ وہاں اللہ کے بغیر مرضی ملکیّت مُراد ہے ۔

(ب) جہاں فرمایا گیا ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غنی کر دیتے ہیں وہاں بعطاءِ الٰہی اللہ کے ارادے سے غنی کرنا اور دینا مُراد ہے ۔

الف کی مثال یہ ہے :

١ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا	تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے بھلے اور بُرے کا خود مختار نہیں

Marfat.com

إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔	مگر جو اللہ چاہے۔
۲۔ وَمَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ	اور میں تم سے دفع نہیں کرسکتا اللہ کے مقابل کوئی چیز
۳۔ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا	اور یعقوب نہیں دفع کرسکتے تھے ان سے اللہ کی کوئی مصیبت مگر یعقوب کے دل کی حاجت تھی جو پوری کردی

ان جیسی تمام آیتوں میں یہ مراد ہے کہ رب تعالیٰ کے اذن کے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتا۔ ہر چیز میں اس کی اجازت کا حاجتمند ہوں۔

ب کی مثال یہ ہے:

۱۔ أَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ	غنی کردیا انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے
۲۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوْا بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔	اور اگر وہ راضی ہوتے اس پر جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا۔
۳۔ إِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ	جب آپ کہتے تھے اس سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے اسے نعمت دی کہ اپنی بیوی کو روکو۔

ان آیتوں سے پتہ لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنی کرتے ہیں۔ نعمت دیتے ہیں ان میں یہ ہی مراد ہے کہ اللہ کے حکم، اللہ کے ارادہ اور اذن سے نعمتیں بھی دیتے ہیں اور فضل بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا دونوں قسم کی آیتوں میں تعارض نہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۸

(الف) جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم ہو تو رفع کے معنی ہوں گے۔ اونچی جگہ میں اٹھانا۔ چڑھانا۔ اونچا کرنا۔

Marfat.com

(ب) جب رَفع کا مفعول کوئی زمینی جسم نہ ہو تو اس کے معنی ہوں گے رُوحانی بلندی مرتبہ کا اُونچا ہونا۔

الف کی مثال یہ آیات ہیں:

۱۔ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔

اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہُوں اور کافروں سے تمہیں پاک کرنیوالا ہُوں۔

۲۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ۔

اور اٹھالیا یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر۔

۳۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ۔

اور ہم نے بنی اسرائیل کے اوپر طور پہاڑ اٹھالیا۔

۴۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ۔

اور جب ابراہیم بیت اللہ کی دیواریں اُونچی کر رہے تھے۔

ان آیتوں میں چُونکہ رَفع کا مفعول عیسیٰ علیہ السّلام یا یُوسف علیہ السّلام کے والدین یا طور پہاڑ یا کعبہ کی دیوار ہے اور یہ سب زمینی جسم ہیں۔ لہٰذا ان میں رفع کے معنی ہونگے بلند جگہ میں پہنچانا۔ اُٹھانا۔ اُونچا کرنا۔ درجے بلند کرنا مُراد نہ ہوگا۔

ب کی مثال یہ آیت ہے۔

۱۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

ہم نے آپ کا ذکر اُونچا کر دیا۔

۲۔ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔

ان پیغمبروں میں بعض وُہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے اُونچے کیئے۔

۳۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ۔

ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

ان تمام آیتوں میں چُونکہ رَفع کا مفعول زمینی جسم نہیں ہے بلکہ ذکر یا درجے یا خدا کا نام

Marfat.com

ہے۔ اسلئے یہاں مکانی بلندی مُراد نہ ہوگی۔ بلکہ رُوحانی بلندی مُراد ہے کیونکہ یہ ہی اس کے لائق ہے لہٰذا عیسٰی علیہ السّلام کے بارے میں جو آیت آئی اِنِّیْ رَافِعُکَ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہیں آسمان پر اُٹھانے والے ہیں۔ یہ نہیں کہ تمہارے درجے بلند کرنے والے ہیں جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کیونکہ عیسٰی علیہ السّلام زمینی جسم ہیں اور جسم کے لئے بلندی مکانی مناسب ہے۔

اِعتراض: اگر اس آیت میں مکانی بلندی مُراد ہے تو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ یعنی آسمانوں میں رہتا ہو۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ رَافِعُکَ اِلَیَّ اپنی طرف اُٹھانے والا ہُوں۔ خدا کی طرف کونسی ہے؟

جواب: یہاں خدا کی طرف اُٹھانے سے مُراد آسمان کی طرف اُٹھانا ہے کیونکہ اگرچہ زمین و آسمان ہر چیز خدا تعالیٰ ہی کی ہے لیکن آسمان خصوصیت سے تجلّی گاہ الٰہی ہے کہ نہ وہاں کسی کی ظاہری بادشاہت ہے نہ کفر و شرک و گناہ لہٰذا آسمان پر جانا گویا خدا کے پاس جانا ہے۔ اسی لیۓ فرمایا گیا۔ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ یا حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہُوں۔ وُہ مجھے ہدایت کریگا۔ حالانکہ آپ شام کے ملک میں جا رہے تھے۔ مگر چُونکہ شام آپ کا عبادت گاہ تھا۔ اس لیۓ وہاں جانا ربّ کے پاس جانا قرار دیا گیا۔ اسی لئے مسجدوں کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے۔ خُدا وہاں رہتا نہیں مگر چونکہ وہاں کسی کا کام نہیں ہوتا اور نہ مسجد کسی انسان کی ملک ہے۔ لہٰذا وُہ خدا کا گھر ہے۔

اِعتراض: اس آیت میں فرمایا گیا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ۔ میں تمہیں وفات دوں گا اور اُٹھاؤں گا۔ یہاں وفات کا ذکر پہلے ہے۔ اور اُٹھانے کا ذکر بعد میں معلُوم ہوا کہ عیسٰی علیہ السّلام کو موت کے بعد اٹھایا گیا نہ کہ موت سے

Marfat.com

پہلے (قادیانی)۔

جواب: اگر یہاں وفات کے معنی موت مان لیے جائیں تو بھی واؤ کیلئے ترتیب لازم نہیں۔ بہت جگہ ترتیب کے خلاف ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں معنی یہ ہوئے کہ میں پہلے تمہیں اٹھاؤنگا پھر موت دوں گا جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

۱۔ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ۔	اے مریم تم سجدہ کرو اور رکوع کرو۔
۲۔ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ۔	اللہ نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے۔
۳۔ نَمُوْتُ وَنَحْیَا۔	ہم مریں گے اور جئیں گے
۴۔ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی	اللہ نے پیدا کیا زمین کو اور اونچے آسمانوں کو۔
۵۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ۔	اس اللہ نے پیدا کیا موت اور زندگی کو۔
۶۔ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ۔	اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے تھے۔

ان تمام آیتوں میں واؤ ترتیب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اس آیت میں ہے۔ اور اگر واؤ یہاں ترتیب بتائے تب مُتَوَفِّیْکَ میں جو وفات یا توفّی مذکور ہے۔ اس سے موت مُراد نہیں بسلانا یا پورا لینا مُراد ہے۔ قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہُوا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے عیسٰی میں تمہیں سُلا کر اپنی طرف اُٹھاؤں گا یا میں تمہیں پورا پورا جسم مع رُوح اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی یہاں وفّیٰ کے معنی ہیں پورا کیا فرماتا ہے یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ۔ یہاں وفات کے معنی سُلانا ہیں یعنی رب تعالیٰ تم کو رات میں سُلا دیتا ہے وُہی معنی یہاں مُراد ہیں۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر ۲۹

(الف) جن آیتوں میں خُدا کے سوا دُوسرے سے ڈرنے کی ممانعت فرمائی گئی یا فرمایا گیا کہ صرف اللہ ہی سے ڈرو۔ وہاں عذاب کا خوف، حساب کا ڈر، پکڑ کا خوف الوہیّت اور کبریائی کا خوف مُراد ہے کہ کسی کو معبُود سمجھ کر نہ ڈرو یا رب تعالیٰ کے مقابل کسی سے خوف نہ کرو۔

(ب) جن آیتوں میں دُوسرے سے ڈرنے کا حکم دیا گیا یا فرمایا گیا کہ فلاں پیغمبر فلاں سے ڈرے۔ وہاں تکلیف کا ڈر، ایذا پہنچانے کا خوف یا فتنہ کا خوف مراد ہے تاکہ آیتوں میں تعارض نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ کبریائی کی ہیبت مومن کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی چاہیئے اور دُوسری قسم کے فتنہ تکلیف کا خوف مخلوق کا ہوسکتا ہے۔

الف کی مثال یہ آیات ہیں:

۱۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ○	تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔
۲۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ۔	پس ان کافروں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔
۳۔ اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ	جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔
۴۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔	پس ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔
۵۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ	خبردار ہو کہ اللہ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور

Marfat.com

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ | نہ وُہ غمگین ہوں گے۔

ان جیسی تمام وُہ آیتیں جن میں غیر خُدا سے ڈرنے کی ممانعت ہے، ان میں الُوہیت کا خوف مُراد ہے یا مخلوق کا وُہ خوف جو ربّ کی اطاعت سے روک دے یہ ڈر ممنوع ہے جس کی مثال یہ آیات ہیں۔

۱۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۔ | تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہاری دُشمن ہیں ان سے ڈرتے رہو۔

۲۔ قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۔ | حضرت موسیٰ و ہارون نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ فرعون ہم پر زیادتی کریگا یا سرکشی۔

۳۔ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ | پھر مُوسیٰ نے اس لاٹھی کو دیکھا لہراتا ہُوا گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے، اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ نہ ڈرو۔

۴۔ فَاَوْجَسَ فِىْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى | مُوسیٰ علیہ السّلام اپنے دل میں ڈر گئے۔

۵۔ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ | کہا مُوسیٰ علیہ السّلام نے اے میرے رب میں نے ان میں ایک آدمی مار ڈالا ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کردینگے۔

۶۔ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ | تو ابراہیم اپنے دل میں ان فرشتوں سے ڈر گئے وُہ بولے آپ ڈریئے نہیں۔

ان جیسی بہت سی وُہ آیتیں جن میں مخلوق سے ڈرنے کا حکم ہے یا اُن سے ڈرنے کا ثبوت ہے۔ ان میں وہی خوف مُراد ہے جو عرض کیا گیا یعنی تکلیف کا خوف یا فتنہ کا ڈر۔ اس قسم کے ڈر نہ ایمان کے خلاف ہیں اور نہ ولایت اور نبوّت کے منافی۔ دیکھو مُوسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السّلام نبی ہیں مگر سانپ سے، فرعون سے، ملائکہ سے

Marfat.com

خوف فرماتے ہیں لہٰذا انبیاء اور اولیاء اللہ سے خوف کرنا کہ یہ ناراض ہوکر بددعائیں دیں گے اور ہم کو نقصان پہنچ جائیگا۔ ایمان کے خلاف نہیں بلکہ ایمان کو قوی کرتا ہے موسیٰ علیہ السّلام کی بددعا سے فرعونیوں کا بیڑا غرق ہوا۔ نوح علیہ السّلام کی بددعا سے ساری دنیا کے کافر ہلاک کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ ان کی بددعا خطرناک ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے بغیر کسی بندے کی بددعا کے کسی کو ہلاک نہ کیا ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد ⁂ تا دلے صاحبدلے نامد بدرد!

قاعدہ نمبر ۳۰

(الف) جن آیتوں میں نبی سے کہلوایا گیا ہے کہ ہم تم جیسے بشر ہیں۔ وہاں مطلب یہ ہے کہ خالص بندے ہونے میں تم جیسے بشر ہیں کہ جیسے تم نہ خدا ہو نہ خدا کے بیٹے، نہ خدا کے ساجھی شریک۔ ایسے ہی ہم نہ خدا ہیں نہ اس کے بیٹے نہ اس کے ساجھی خالص بندے ہیں۔

(ب) جن آیتوں میں نبی کو بشر کہنے پر کفر کا فتوےٰ دیا گیا ہے اور انہیں بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ جو نبی کی ہمسری اور برابری کا دعوےٰ کرتے ہوئے انہیں بشر کہے یا ان کی اہانت کرنے کے لئے بشر کہے یا یوں کہے کہ جیسے ہم محض بشر ہیں نبی نہیں ایسے ہی تم نبوّت سے خالی ہو محض بشر ہو۔ وہ کافر ہے۔

الف کی مثال یہ ہے:

۱۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَیَّ۔	فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں کہ میری طرف وحی کی گئی۔
۲۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ	ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تو تمہاری طرح

Marfat.com

مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔	انسان ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

ان جیسی تمام آیات میں یہی مُراد ہے کہ ہم الٰہ نہ ہونے میں اور خالص بندہ ہونے میں تم جیسے بشر ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عام انسان پیغمبر کے برابر ہو جاویں۔ ان آیات کی تائید ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

۱۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ	اور نہیں ہے کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہو مگر تم جیسی اُمتیں ہیں
۲۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۔	اس اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جسمیں چراغ ہے۔

ان آیتوں میں تمام جانوروں کو انسانوں کی مثل فرمایا گیا۔ حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور کو طاق اور چراغ سے مثال دی گئی۔ حالانکہ کہاں طاق اور چراغ اور کہاں رب کا نور۔ جیسے ان دونوں آیتوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم جانوروں کی طرح یا رب کا نور طاق اور چراغ کی طرح اسی طرح نہیں کہا جا سکتا کہ ہم نبی کے برابر یا ان کی طرح ہیں۔ یہ تمثیل فقط سمجھانے کیلئے ہے۔

ب کی مثال یہ ہے:

۱۔ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۔	پس کافر بولے کیا بشر ہمیں ہدایت کریگا لہٰذا وہ کافر ہوگئے پھر وہ پھر گئے اور اللہ بے پرواہ ہے۔
۲۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔	شیطان نے کہا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بیسدار گارے سے تھی۔

Marfat.com

۳ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

تو جس قوم کے سرداروں نے کفر کیا وہ بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی۔

۴ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخٰسِرُونَ

کفار نے کہا کہ اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے تو تم ضرور گھاٹے میں رہو گے۔

۵ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُونَ

فرعونی بولے کیا ہم ایمان لائیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبر کو بشر کہنا اوّلاً شیطان کا کام تھا پھر ہمیشہ کفّار نے کہا۔ مومنوں نے یہ کبھی نہ کہا اور ان کفّار کے کفر کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ انبیاءؑ سے برابری کے دعویدار ہو کر انہیں اپنی طرح بشر کہتے تھے۔

نوٹ ضروری: حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بار ہا اپنی بندگی اور بشریت کا اعلان کرنا اس لئے تھا کہ عیسائیوں نے عیسٰی علیہ السّلام میں دو معجزے دیکھ کر انہیں خُدا کا بیٹا کہہ دیا۔ ایک تو ان کا بغیر باپ پیدا ہونا اور دُوسرے مُردے زندہ کرنا مُسلمانوں نے صدہا معجزے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دیکھے۔ چاند پھٹتا ہُوا۔ سُورج لوٹتا ہُوا دیکھا۔ کنکر کلمہ پڑھتے دیکھے۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے بہتے دیکھے۔ اندیشہ تھا کہ وہ بھی حضور کو خدا یا خُدا کا بیٹا کہدیں۔ اس احتیاط کے لئے بار بار اپنی بشریت کا اعلان فرمایا۔

Marfat.com

تیسرا باب

مسائل قرآنیہ

اس باب میں ان ضروری مسائل کا ذکر ہوگا۔ جس کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں حالانکہ وُہ قرآن شریف سے صراحۃً ثابت ہے اور ان کے ثبوت میں صرف قرآنی آیات ہی پیش کی جاویں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلّم کے طفیل قبول فرمائے۔

مسئلہ نمبر ۱

کرامات اولیاء اللہ حق ہیں

جو عجیب وغریب حیرت انگیز کام نبی سے صادر ہو تو اگر نبوّت کے ظہور سے پہلے صادر ہوئی وُہ ارہاص ہے جیسے عیسٰی علیہ السّلام کا بچپن شریف میں کلام فرمانا یا ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کنکروں پتھروں کا بچپن میں سلام کرنا اگر ظہور نبوّت کے بعد ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں جیسے مُوسیٰ علیہ السّلام کا عصا اور ید بیضا یا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا چاند کو چیرنا سُورج کو واپس لانا اور جو ولی سے صادر ہو اسے کرامت کہتے ہیں اور جو عجیب وغریب کام کافر سے ہو وُہ استدراج کہلاتا ہے جیسے دجّال کا پانی برسانا۔ مُردے زندہ کرنا۔ ابھی تک اللہ کے فضل وکرم سے مُسلمانوں میں کوئی فرقہ ایسا پیدا نہیں ہُوا جو معجزات کا انکار کرتا ہو۔ قادیانی صرف حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ صرف اس لئے کہ اُن کے مسیح موعود میں کوئی معجزہ نہیں تو وُہ کہتے ہیں کہ چونکہ اصلی مسیح میں کوئی معجزہ نہ

Marfat.com

تھا اس لئے ان کے مثل مسیح میں کوئی معجزہ نہیں۔ ورنہ معجزات کے وُہ بھی قائل ہیں۔ خود قرآن کریم کو حضور کا معجزہ مانتے ہیں۔ ہاں بہت لوگ کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ ساری کرامات گھڑے ہوئے قصّے کہانی ہیں۔ قرآن سے ثبوت نہیں۔ ہم وُہ آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں۔ جن میں کرامات کا صریحی ذکر ہے۔

۱ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔	جب مریم کے پاس ذکریا علیہ السّلام آتے تو بے موسم پھل پاتے تو کہا اے مریم تمہارے پاس یہ کہاں سے آئے تو بولیں یہ رب کے پاس سے آئے ہیں۔

حضرت مریم بنی اسرائیل کی وَلیہ ہیں۔ ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ مقفّل کوٹھڑی میں بے موسم پھل انہیں غیب سے عطا ہوئے۔ یہ کرامتِ ولی ہے۔

۲ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔	اصحاب کہف غار میں تین سو برس ٹھیرے نو اُوپر۔

اصحابِ کہف نبی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے ولی ہیں۔ ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ غار میں تین سو نو برس سوتے رہے۔ اتنا عرصہ بے غذا سونا اور فنا نہ ہونا کرامت ہے۔

۳ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ۔	اور تم اُنہیں جاگتا سمجھو اور وُہ سو رہے ہیں اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کُتّا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر ہے۔

اس آیت میں اصحابِ کہف جو اولیاء اللہ ہیں۔ ان کی تین کرامتیں بیان ہوئیں ایک تو جاگنے کی طرح اب تک سونا۔ دُوسرے ربّ کی طرف سے کروٹیں بدلنا اور زمین کا ان کے جسموں کو نہ کھانا اور بغیر غذا باقی رہنا۔ تیسرے ان کے کُتّے کا اب تک لیٹے رہنا یہ بھی

Marfat.com

ان کی کرامت ہے نہ کہ کُتّے کی۔

۱ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ۔

اور بولا وُہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں تختِ بلقیس آپ کے پاس لے آؤں گا۔ آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے۔

اس آیت میں آصف بن برخیا کے جو بنی اسرائیل کے نبی نہیں بلکہ وَلی ہیں کئی کرامتیں بیان ہُوئیں۔ بغیر کسی کے پُوچھے مین پہنچ جانا۔ وہاں سے اتنا وزنی تخت لے آنا۔ اور یہ دُور دراز سفر شام سے یمن تک جانا آنا ایک آن میں طے کر لینا۔

۳ فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَھَا قَالَ اَخَرَقْتَھَا لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا

دونوں موسیٰ وخضر علیہم السّلام چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو توڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اسلئے توڑ دیا کہ کشتی والے ڈوب جائیں۔

اس آیت کریمہ میں خضر علیہ السّلام جو کہ غالباً کسی قوم کے وَلی ہیں۔ ان کی یہ کرامت بیان کی کہ اُنہوں نے کشتی توڑ ڈالی۔ مگر کشتی نہ ڈوبی۔ حالانکہ مُوسیٰ علیہ السّلام کو خطرہ پیدا پیدا ہوگیا تھا۔

۱ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوَاہُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَا اَنْ یُّرْھِقَھُمَا طُغْیَانًا وَّکُفْرًا۔

حضرت خضر نے فرمایا کہ اس بچّے کے ماں باپ مومن ہیں ہم نے خوف کیا کہ وُہ انہیں سرکشی اور کفر پر چڑھائے

اس آیت میں حضرت خضر کی یہ کرامت بیان ہوئی کہ انہوں نے مقتول بچّے اور اس کے والدین کے انجام کو جان لیا کہ وہ مومن رہیں گے اور یہ کافر ہوگا حالانکہ یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔

۲ وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا وَکَانَ اَبُوْھُمَا

خضر نے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کا خزانہ ہے

Marfat.com

صَالِحًا۔	اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

اِس آیت میں خضر علیہ السّلام کی یہ کرامت بیان ہوئی کہ انھوں نے زمین کے نیچے کا دفینہ معلوم کر لیا۔

ان جیسی بہت سی آیات میں اولیاء اللہ کی کرامات بیان ہوئیں۔ ان کا علم غیب طی الارض یعنی بہت جلد سفر طے کرنا۔ بے آب و غذا بہت عرصہ زندہ رہنا۔ غرضیکہ بہت کرامات کا ذکر ہے

مسئلہ نمبر (۲)

اللہ کے مقبول بندے باذنِ الٰہی مشکلکشا حاجت رَوا دافع بلا ہیں

اللہ کے پیارے اللہ کے حکم سے بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں مشکلیں حل کرتے ہیں قرآن کریم اس کا اعلان فرما رہا ہے۔ دُور و نزدیک ہر جگہ سے ما فوق الاسباب مشکل کشائی اور مدد کرتے ہیں:

۱۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ	میرا یہ کرتہ لے جاؤ اسے میرے باپ کے مُنہ پر ڈال دو۔ ان کی آنکھیں کھُل جائیں گی۔
۲۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ	پھر جب خوشی سنانیوالا آیا تو وہ قمیص یعقوب کے مُنہ پر ڈال دی۔ اسی وقت اُن کی آنکھیں لوٹ آئیں

یعقوب علیہ السّلام نابینا ہو گئے تھے ان کی اس مصیبت کو یوسف علیہ السّلام نے اپنی قمیص کے ذریعہ دُور فرمایا اور انکی مشکل کشائی کی۔ قمیص سے شفا دینا ما فوق الاسباب مدد ہے۔

۳۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔	اور بے شک زلیخا نے قصد کر لیا یوسف کا اور یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔

Marfat.com

یوسف علیہ السّلام کو زلیخا نے سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو آپ نے سامنے یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اشارے سے منع فرما رہے ہیں جس سے آپ کے دل میں اُدھر میلان نہ پیدا ہُوا۔ یہ رَبّ تعالیٰ کی بُرہان تھی جس کا ذکر اس آیت میں ہے تو یعقوب علیہ السّلام نے کنعان سے بیٹھے ہُوئے مصر کی بند کوٹھڑی میں یوسف علیہ السّلام کی یہ مدد کی کہ انہیں بڑی آفت اور ارادہ گناہ سے بچالیا۔ یہ ہے اللہ والوں کی مشکل کشائی اور مافوق الاسباب امداد۔

۱ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ۔	عیسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ میں اللہ کے حُکم سے شفا دیتا ہُوں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں

اُندھا کوڑھی ہونا بلا ہے جسے عیسیٰ علیہ السّلام اللہ کے حکم سے دفع کر دیتے ہیں لہٰذا اللہ کے پیارے دافع البلا ہوتے ہیں یعنی مافوق الاسباب مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

۲ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔	ہم نے مُوسیٰ علیہ السّلام سے کہا کہ اپنی لاٹھی سے پتھر کو مارو۔ پس فوراً اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

بنی اسرائیل تیہ کے میدان میں پیاس کی آفت میں پھنسے تو ربّ تعالیٰ نے براہِ راست انہیں پانی نہ دیا بلکہ موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا کہ آپ ان کے لئے دافع البلا بن جائیں۔ تاکہ انہیں پانی ملے۔ معلوم ہُوا کہ اللہ کے بندے بحکم الٰہی پیاس کی بلا دُور کرتے ہیں مافوق الاسباب۔

۳ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ (مریم)	جبریل نے مریم سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں آیا ہوں تاکہ تمہیں ستھرا بیٹا دُوں۔

معلوم ہُوا کہ حضرت جبریل اللہ کے حکم سے بیٹا بخشتے ہیں یعنی بندوں کی حاجتیں پُوری کرتے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۞	اے محبوب اگر یہ مجرم لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے پاس آجاویں اور خدا سے مغفرت مانگیں اور آپ بھی ان کی سفارش کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں

اس آیت نے بتایا کہ جو گناہوں کی بیماری میں پھنس جاوے وُہ حضور کے شفاخانہ میں پہنچے وہاں شفا ملے گی آپ دافع البلا ہیں اور ما فوق الاسباب گناہ بخشوا دیتے ہیں۔

۲۔ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ۔	اے ایوب زمین پر اپنا پاؤں مار دیہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

ایوّب علیہ السّلام کی بیماری اس طرح دُور فرمائی گئی کہ ان سے فرمایا گیا۔ اپنا پاؤں زمین پر رگڑو۔ رگڑنے سے پانی کا چشمہ پیدا ہُوا۔ فرمایا اسے پی لو۔ اور غسل فرما لو۔ پینے سے اندرونی تکلیف دُور ہوئی اور غسل سے بیرونی بیماری کو شفا ہُوئی معلوم ہوا کہ پیغمبروں کے پاؤں کا دھوون اللہ کے حکم سے شفا ہے۔ آج آبِ زمزم اس لئے شفا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی ایڑی سے پیدا ہُوا۔ مدینہ پاک کی مٹی کو خاکِ شفا کہتے ہیں کیونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاؤں مبارک سے مس ہو گئی معلوم ہُوا کہ بزرگ دافع بلا ہیں اور یہ برکتیں مافوق الاسباب ہیں۔

۱۔ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ۔	پس میں نے فرشتے کے اثر سے ایک مٹھی مٹی لے لی۔ پس یہ مٹی اس بچھڑے میں ڈالدی میرے دل نے یہی چاہا۔

سامری نے حضرت جبریل کی گھوڑی کے ٹاپ کے نیچے کی خاک اُٹھالی اور سونے کے بچھڑے کے مُنہ میں ڈالی جس سے اس میں زندگی پیدا ہو گئی اور وہ آواز کرنے لگا۔ یہ ہی اس آیت میں مذکور ہے۔ معلوم ہُوا کہ بزرگوں کے تبرّکات بے جان دھات میں جان ڈال سکتے ہیں باذن اللہ!

Marfat.com

۱ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِکَةُ ۔	نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آوے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دل کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون ترکہ کی اٹھائے لائیں گے اسے فرشتے۔

بنی اسرائیل کو ایک صندوق رب تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پگڑی، حضرت ہارون کی نعلین شریف وغیرہ تھے اور انہیں حکم تھا کہ جنگ میں اسے اپنے سامنے رکھیں۔ فتح ہوگی۔ اس آیت میں یہی واقعہ مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات ان کی وفات کے بعد دافع البلاء ہیں۔ خیال رہے مٹی سے جان پڑنا تبرکات سے فتح ہونا مافوق الاسباب مدد ہے۔

۱ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ	اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دیگا حالانکہ آپ ان میں ہیں
۲ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ	اگر مسلمان مکہ سے نکل جاتے تو ہم کافروں پر عذاب بھیجتے
۳ فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	پس نکال دیا ہم نے قوم لوط کی بستی سے ان مومنوں کو جو وہاں تھے

ان آیات میں فرمایا کہ دنیا پر عذاب نہ آنے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا ہے نیز مکہ والوں پر فتح مکہ سے پہلے اسلئے عذاب نہ آیا کہ وہاں کچھ غریب مسلمان تھے۔ قوم لوط پر عذاب جب آیا تو مومنین کو وہاں سے پہلے ہی نکال دیا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور مومنین کی طفیل سے عذاب الٰہی نہیں آتا۔ یہ حضرات دافع البلاء ہیں بلکہ آج بھی ہمارے اسقدر گناہوں کے باوجود جو عذاب نہیں آتا یہ سب اس سبز گنبد کی برکت سے ہے۔

اعلحضرت نے کیا خوب فرمایا ؎

تمہی شافع برایا، تمہی دافع بلایا! ؎ تمہی قاسم عطایا تم ساکون ہے آیا۔

Marfat.com

اعتراض: قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بہت دفعہ پیغمبروں نے کسی کو دُعا یا بددُعا دی۔ مگر قبول نہ ہوئی پھر وُہ مشکلکشا، دافع البلاء کیسے ہوئے؟

جواب: یہ حضرات اللہ کے حکم سے دافع البلاء اور مشکل کُشا ہیں جہاں اذن الٰہی نہ ہو وہاں بلادفع نہ ہوگی ہر چیز کا یہی حال ہے کہ خُدا کے حکم سے نفع یا نقصان دیتی ہے غرضیکہ انبیاء و اولیاء ما فوق الاسباب مدد کرتے ہیں مشکلیں آسان، مُصیبت دُور فرماتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳

تمہارے مُنہ سے جو نکلی وُہ بات ہو کے رہی!

اللہ کے پیاروں کی زبان کُن کی کُنجی ہے جو ان کے مُنہ سے نکل جاتا ہے وہ اللہ کے حکم سے پُورا ہو جاتا ہے۔ اِس پر قرآن شریف کی آیتیں گواہ ہیں۔

۱ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔	مُوسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا اچھا جا تیری سزا دُنیا کی زندگی میں یہ ہے کہ تو کہتا پھریگا کہ چھُو نہ جانا اور بیشک تیرے لئے ایک وعدے کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا۔

مُوسیٰ علیہ السّلام سامری سے ناراض ہو گئے۔ کیونکہ اُس نے بچھڑا بنا کر لوگوں کو مشرک کر دیا تھا تو آپ کے مُنہ سے نکل گیا جا تیرے جسم میں یہ تاثیر پیدا ہو جائے گی کہ جس سے تو چھُو جاوے تو اُسے بھی بخار آجاوے اور تجھے بھی ایسا ہی ہُوا اور وُہ لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ مجھے کوئی نہ چھُونا اور فرمایا کہ یہ تو دُنیا کی سزا ہے۔ آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

۲ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ	اور لیکن دوسرا قیدی پس سُولی دیا جائیگا اور پھر

Marfat.com

مِنْ رَّأْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ؕ	پرندے اس کا سر کھائیں گے فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو۔

یوسف علیہ السّلام سے جیل میں ایک قیدی نے اپنی خواب بیان کی۔ آپ نے تعبیر دی کہ تجھے سُولی ہو گی۔ وہ بولا کہ میں نے خواب تو کچھ بھی نہ دیکھا تھا۔ میں تو مذاق میں کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو جو میرے مُنہ سے نکل گیا۔ وُہ رب تعالیٰ کے ہاں فیصلہ ہو گیا۔ پتہ لگا کہ ان کی زبان رب کا قلم ہے۔

۱ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ؕ	موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب فرعونیوں کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے۔ پس یہ نہ ایمان لاویں جبتک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

مُوسیٰ علیہ السّلام نے فرعونیوں کے لئے تین بد دعائیں کیں ایک یہ کہ ان کے مال ہلاک ہو جائیں۔ دُوسرے اپنے جیتے جی یہ ایمان نہ لاویں۔ تیسرے یہ کہ مرتے وقت ایمان لاویں اور پھر ایمان قبول نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ فرعونیوں کا روپیہ پیسہ پھل غلّہ سب پتھر ہو گیا اور ایمان کی توفیق زندگی میں نہ ملی۔ اور ڈوبتے وقت فرعون ایمان لایا اور بولا اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ میں حضرت مُوسیٰ اور ہارُون کے رب پر ایمان لاتا ہوں مگر ایمان قبول نہ ہُوا۔ دیکھو فرعون کے سوا کوئی کافر قوم ایمان لا کر نہ مری جو کلیم اللہ کے مُنہ سے نکلا وہ ہی ہُوا۔

۱ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ	جب ابراہیم نے عرض کیا کہ مولیٰ اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور یہاں کے باشندوں کو طرح طرح کے پھل دے

Marfat.com

٢ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۔

ابراہیم نے دُعا کی کہ ہماری اولاد میں ہمیشہ ایک جماعت فرمانبردار رکھ۔

٣ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ ۔ (الآیۃ)

اے رب ہمارے اسی مسلم جماعت میں وہ رسُول آخری بھیج جو ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے۔

٤ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ○

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک جنگل میں بسائی ہے جسمیں کھیتی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے رب ہمارے اسلئے کہ نماز قائم رکھیں تو تو کچھ لوگوں کے دل انکی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شائد وہ احسان مانیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السّلام کی حسبِ ذیل دعاؤں کا ذکر فرمایا۔

(١) اس جنگل کو شہر بنادے (٢) شہر امن والا ہو (٣) یہاں کے باشندوں کو روزی اور پھل دے (٤) ہماری اولاد سب کافر نہ ہو جائے۔ ہمیشہ کچھ مسلمان ضرور رہیں (٥) اس مومن اولاد میں نبی آخر الزمان پیدا ہوں۔ (٦) لوگوں کے دل اس بستی کی طرف مائل فرمادے (٧)۔ یہ لوگ نماز قائم رکھیں۔

آج بھی دیکھ لو کہ یہ سات دُعائیں کیسی قبول ہوئیں۔ وہاں آج تک مکّہ شریف آباد ہے آپ کی ساری اولاد کافر نہ ہوئی۔ سیّد صاحبان سب گمراہ نہیں ہو سکتے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی مومن جماعت میں پیدا ہوئے۔ وہاں باوجودیکہ کھیتی باڑی نہیں مگر رزق اور پھل کی کثرت ہے۔ ہر جگہ قحط سے لوگ مرتے ہیں مگر وہاں آج تک کوئی قحط سے نہیں مرا مسلمانوں کے دل مکّہ شریف کی طرف کیسے مائل ہیں۔ رہ دن رات دیکھنے میں آرہا ہے کہ فاسق و فاجر

Marfat.com

بھی مکہ پر فدا ہیں۔

نوٹ ضروری: حضرت ابراہیم کے منہ سے نکل گیا کہ بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ بے کھیتی والا جنگل۔ تاثیر تو دیکھو کہ اب تک وہ جگہ ریتلی ہی ہے کہ وہاں کھیتی ہو سکتی ہی نہیں یہ اُن کی زبان کی تاثیر ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ رَبّ تعالیٰ نے فرمایا۔ اپنا لڑکا ذبح کر دو۔ عرض کیا بہت اچھا۔ فرمایا اپنے کو نمرود کی آگ میں ڈال دو۔ عرض کیا بہت اچھا فرمایا۔ اپنے بچے بیوی کو ویران جنگل میں بے آب و دانہ چھوڑ آؤ۔ عرض کیا بہت اچھا۔ یہ نہ پوچھا کہ کیوں؟ جب وہ رَبّ تعالیٰ کی اتنی مانتے ہیں تو رب بھی اُن کی مانتا ہے۔ جلیل نے کہا۔ خلیل نے مانا۔ غرضکہ اُن کی زبان کُن کی کُنجی ہے۔

۱۔ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝	اور نوح نے عرض کیا کہ اے رب میرے زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں چھوڑ دیگا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور نہ جنیں گے مگر بدکار ناشکرے کو۔

سُورہ نُوح کی ان آخری تین آیتوں میں نُوح علیہ السّلام کی تین دُعائیں ذکر ہوئیں سارے کافروں کو ہلاک کر دے کہ اب ان کی اولاد بھی کافر ہی ہوگی۔ میری اور میرے ماں باپ کی مغفرت کر اور جو میرے گھر میں پناہ لے لے۔ اُسے بھی بخش دے، ان دعاؤں کو رب تعالیٰ نے حرف بحرف قبول فرمایا۔ سارے عالم کے کافر غرق کر دیئے گئے۔ آپ کے ماں باپ کی مغفرت کی گئی اور جس نے کشتی میں پناہ لی اُسے بچا لیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے نبوت کی عینک سے ان کی ہونیوالی اولاد تک کا حال معلوم کر لیا کہ وہ کافر ہی ہو گی۔ خلاصہ یہ ہُوا کہ ان حضرات کی زبانیں کُن کی کنجی ہیں۔

Marfat.com

یہ بھی خیال رہے کہ انبیاء کرام کی جو دُعا ارادہِ الٰہی کے خلاف ہوتی ہے اس سے انہیں روک دیا جاتا ہے تاکہ ان کی زبان خالی نہ جاوے۔ اور یہ انتہائی عظمت ہوتی ہے رب تعالےٰ فرماتا ہے:

۱۔ یٰاِبْرٰھِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا اِنَّھُمْ اٰتِیْھِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ۔	اے ابراہیم اس دُعا سے اعراض کرو قوم لُوط پر عذاب آنیوالا ہے نہیں لوٹ سکتا۔
۲۔ لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ۔	آپ منافقین میں سے کسی پر جو مرجائے نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

ابراہیم علیہ السّلام نے قوم لُوط کے لئے دُعا فرمائی لیکن چونکہ ان کی نجات ارادہِ الٰہی کے خلاف تھی لہٰذا انہیں اس سے روک دیا گیا۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کو منافق پر جنازہ سے روک دیا گیا کیونکہ اس نماز میں میّت کے لئے دُعا بخشش ہوتی ہے اور منافقین کی بخشش ارادہُ الٰہی کے خلاف ہے لہٰذا آپ کو اور آپ کے صدقے سے سب کو اس سے منع کردیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کی دُعا قبول ہو تو بھی اُن کی عظمت اور اگر اُن کی دُعا کسی وجہ سے قبول نہ بھی ہوسکے تو بھی ان کی عظمت ہے۔ ان کی مثل کوئی ہو سکتا ہی نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴

محبوبانِ خدا دُور سے سُنتے دیکھتے ہیں

اللہ کے پیارے بندے نزدیک و دُور کی چیزیں دیکھتے ہیں اور دُور کی آہستہ آواز بھی باذنِ الٰہی سُنتے ہیں۔ قرآن کریم اس پر گواہ ہے:

Marfat.com

۱۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔

ایک چیونٹی بولی کہ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تو سلیمان نے اس چیونٹی کی آواز سن کر مسکرا کر ہنسے۔

چیونٹی کی آواز نہایت باریک جو ہم کو قریب سے بھی معلوم نہیں ہوتی حضرت سلیمان علیہ السّلام نے کئی میل دُور سے سُنی کیونکہ وہ اس وقت چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی جب آپ کا لشکر ابھی اس جنگل میں داخل نہ ہُوا تھا اور لشکر تین میل میں تھا تو آپ نے یہ آواز یقیناً تین میل سے زیادہ فاصلہ سے سُنی۔ رہا چیونٹیوں کا یہ کہنا کہ وہ بے خبری میں کچل دیں اس سے مُراد بے علمی نہیں ہے بلکہ ان کا عدل و انصاف بتانا مقصُود ہے کہ وُہ بے قصُور چیونٹی کو بھی نہیں مارتے۔ اگر تم کچلی گئیں تو اس کی وجہ صرف ان کی بے توجہی ہوگی کہ تمہارا خیال نہ کریں اور تم کچلی جاؤ۔

۱۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔

جب قافلہ مصر سے جدا ہُوا یہاں ان کے باپ نے کہا کہ بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہُوں اگر تم مجھے سٹھا ہُوا نہ کہو۔

یعقوب علیہ السّلام کنعان میں ہیں اور یُوسف علیہ السّلام کی قمیص مصر سے چلی ہے۔ اور آپ نے خوشبو یہاں سے پالی۔ یہ نبوّت کی طاقت ہے۔

۲۔ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ۔

اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس حاضر کر دوں گا۔ آپ کے پلک مارنے سے پہلے۔

Marfat.com

آصف شام میں ہیں اور بلقیس کا تخت یمن میں ہیں اور فوراً لانے کی خبر دے رہے ہیں اور لانا جانے کے بغیر ناممکن ہے معلوم ہُوا کہ وُہ اس تخت کو یہاں سے دیکھ رہے ہیں یہ ہے ولی کی نظر.

۳ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ.	عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں اسکی جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو.

عیسیٰ علیہ السّلام کی آنکھ گھروں کے اندر جو ہو رہا ہے اُسے دُور سے دیکھ رہی ہے کہ کون کھا رہا ہے اور کیا رکھ رہا ہے. یہ ہے نبی کی قوتِ نظر.

۴ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ.	وہ ابلیس اور اس کے قبیلہ تم سب کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے.
۵ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ.	فرما دو تم سب کو موت کا فرشتہ موت دیگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے.

شیطان اور اس کی ذرّیت کو گمراہ کرنے کے لئے ملک الموت کو جان نکالنے کے لئے یہ طاقت دی کہ عالم کے ہر انسان بلکہ ہر جاندار کو دیکھ لیتے ہیں تو انبیاء و اولیاء کو جو رہبر و ہادی ہیں. سارے عالم کی خبر ہونا لازم ہے تاکہ دوا کی طاقت بیماری سے کم نہ ہو.

۲ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ.	اور لوگوں کو حج کا اعلان سُنا دو وہ آئیں گے تمہارے پاس پیدل اور ہر اُونٹنی پر.

ابراہیم علیہ السّلام کی آواز تمام انسانوں نے سُنی جو قیامت تک ہونیوالے ہیں.

۳ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ہ	اور اسیطرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اسلئے کہ وُہ عین الیقین والوں میں سے ہوجائیں.

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں کو ربّ تعالیٰ نے وُہ بینائی بخشی کہ انہوں نے تحت الثریٰ سے عرش اعلیٰ تک دیکھ لیا۔ کیونکہ خدا کی بادشاہی تو ہر جگہ ہے اور ساری بادشاہی انہیں دکھائی گئی۔

۴ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ؕ	کیا نہ دیکھا آپ نے کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا؟
۵ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۙ	کیا نہ دیکھا آپ نے اے محبوب کہ آپ کے رب نے قوم عاد سے کیا کیا؟

اصحاب فیل کی تباہی نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی ولادت شریف سے چالیس دن پہلے ہے اور قوم عاد و ثمود پر عذاب آنا حضور کی ولادت شریف سے ہزاروں برس پہلے ہے لیکن ان دونوں قسم کے واقعوں کے لئے ربّ تعالیٰ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے یہ واقعات نہ دیکھے یعنی دیکھے ہیں معلوم ہُوا کہ نبی کی نظر گذشتہ آئندہ سب کو دیکھتی ہے۔ اس لئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے معراج کی رات دوزخ میں مختلف قوموں کو عذاب پاتے دیکھا۔ حالانکہ ان کا عذاب پانا قیامت کے بعد ہو گا۔

اس لئے رَبّ تعالیٰ نے فرمایا۔

۶ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ؕ	پاک ہے وُہ اللہ جو راتوں رات لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیاں دکھائیں بیشک وہ بندہ سُننے والا دیکھنے والا ہے۔

معلوم ہُوا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نظر نے اگلے پچھلے واقعات اللہ کی ذات صفات،

Marfat.com

نشانیاں قدرت سب کو دیکھا۔

اعتراض: یعقوب علیہ السّلام کی نظر اور قوّت شامہ اگر اتنی تیز تھی کہ مصر کے حالات معلوم کر لئے تو چالیس سال تک فراقِ یوسف میں کیوں روتے رہے۔ اُن کے رونے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یوسف علیہ السّلام سے بے خبر تھے۔

جواب: اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ انبیاء کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی مشیّت میں ہیں۔ جب چاہتا ہے۔ تب انہیں ادھر متوجہ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ادھر متوجہ نہیں فرماتا۔ بے علمی اور ہے بے توجہی کچھ اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السّلام کا گریہ عشقِ الٰہی میں تھا۔ یوسف علیہ السّلام اس کا سبب ظاہری تھے۔ مجاز حقیقت کا پُل ہے۔ ورنہ آپ یوسف علیہ السّلام کے ہر حال سے واقف تھے۔ خود قرآن کریم نے ان کے کچھ قول ایسے نقل فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ سب کچھ جانتے تھے۔ فرماتا ہے:

۱۔ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ۔	میں اپنی پریشانی و غم کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کیطرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اے بچّو! جاؤ یوسف اور اسکے بھائی کا سُراغ لگاؤ اور اللہ سے نا اُمید نہ ہو۔
۲۔ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا (پ ۱۳ یوسف)	قریب ہے کہ اللہ ان تینوں یہودا، بنیامین، یوسف کو میرے پاس لائے گا۔

پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ برادرانِ یوسف علیہ السّلام بنیامین کو مصر میں چھوڑ کر آئے تھے مگر آپ فرماتے ہیں یوسف اور اس کے بنیامین بھائی کا سُراغ لگاؤ یعنی وہ دونوں ایک ہی جگہ ہیں۔ دُوسری آیت سے معلوم ہُوا کہ دوبارہ مصر میں بظاہر یہودا اور بنیامین دونوں گئے تھے

Marfat.com

مگر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ ان تینوں کو میرے پاس لائے گا۔ تیسرے کون تھے۔ وہ یوسف علیہ السّلام ہی تو تھے۔

۳ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔	اے یوسف تمہیں اللہ اسی طرح نبوّت کے لئے چُنے گا اور تمہیں باتوں کا انجام بتائے گا۔

خود تعبیر دے چُکے ہیں کہ تم نبی بنو گے اور علم تعبیر دیئے جاؤ گے اور ابھی تک وہ تعبیر ظاہر نہ ہوئی تھی اور آپ جانتے تھے کہ یہ خواب سچّا ہے۔ ضرور ظاہر ہوگا۔

اعتراض: حضرت سلیمان علیہ السّلام کو بلقیس کے ملک کی خبر نہ ہوئی۔ ہُد ہُد نے کہا۔

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (پ ۱۹ نمل)	میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں آپکے پاس سبا سے سچی خبر لایا ہوں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝	فرمایا اب ہم دیکھیں گے کہ تونے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

اگر آپ ملک بلقیس سے واقف ہوتے تو بلقیس کے پاس خط بھیج کر یہ تحقیق کیوں فرماتے کہ ہُد ہُد سچّا ہے یا جھوٹا معلوم ہُوا کہ آپ بلقیس سے بے خبر تھے۔ اور ہُد ہُد خبردار تھا۔ پتہ لگا کہ نبی کے علم سے جانور کا علم زیادہ ہوسکتا ہے۔ (وہابی دیوبندی)

جواب: ان آیات میں ربّ تعالیٰ نے کہیں نہ فرمایا کہ سلیمان علیہ السّلام کو علم نہ تھا۔ ہُد ہُد نے بھی آکر یہ نہ کہا کہ آپ کو بلقیس کو خبر نہیں۔ وہ کہتا ہے۔ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہُوں جو آپ نے نہ دیکھی۔ یعنی نہ آپ وہاں گئے تھے نہ دیکھ کر آئے تھے۔ یہ کہاں سے پتہ لگا کہ آپ بے خبر بھی تھے۔ اگر بے خبر ہوتے تو جب آصف کو حکم دیا۔

Marfat.com

کہ بلقیس کا تخت لاؤ۔ تو آصف نے کہا کہ حضور میں نے وُہ جگہ دیکھی نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے کہ اس کا تخت کہاں رکھا ہے۔ آپ ہُدہُد کو میرے ساتھ بھیجیں۔ وُہ راستہ دکھائے تو میں لادوں گا۔ نہ کسی سے راستہ پُوچھا۔ نہ پتہ دریافت کیا بلکہ آناً فاناً حاضر کر دیا۔ اگر وُہ تخت ان کی نگاہوں کے سامنے نہ تھا۔ تو لے کیسے آئے۔ جب آصف کی نگاہ سے تخت غائب نہیں تو حضرت سلیمان سے کیسے غائب ہوگا۔ مگر ہر کام کا ایک وقت اور ایک سبب ہوتا ہے بلقیس کے ایمان لانے کا یہ ہی وقت تھا اور ہُدہُد کو اُس کا سبب بنانا منظور تھا تاکہ پتہ لگے کہ پیغمبروں کے درباری جانور بھی لوگوں کو ایمان دیا کرتے ہیں۔ اسلئے اس سے پہلے آپ کو بلقیس کی خبر نہ دی۔

آپ کا تحقیق فرمانا بے علمی کی دلیل نہیں ورنہ ربّ تعالیٰ بھی قیامت میں تمام مخلوق کے اعمال کی تحقیق فرما کر فیصلہ کرے گا۔ تو چاہیئے کہ وُہ بھی بیخبر ہو۔

مسئلہ نمبر ۵

مُردے سُنتے ہیں اور محبُوبین بعدِ وفات مدد کرتے ہیں!

اس مسئلہ کی تحقیق پہلے بابوں میں ہو چکی ہے کہ مُسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مردے سُنتے ہیں۔ اور زندوں کے حالات دیکھتے ہیں۔ کچھ اجمالی طور سے یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

۱۔ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ○ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ○	پس پکڑ لیا قوم صالح کو زلزلے نے تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے پھر صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا کہ اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے ربّ کی رسالت پہنچا دی اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں

Marfat.com

کو پسند نہیں کرتے۔

۲۔ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ○

تو شعیب نے ان مرے ہوؤں سے مُنہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں پر۔

ان آیتوں سے معلوم ہُوا کہ صالح علیہ السّلام اور شعیب علیہ السّلام نے ہلاک شدہ قوم پر کھڑے ہو کر ان سے یہ باتیں کیں۔

۳۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ○

ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا اور خدا ٹھہرائے ہیں جو پوجے جاویں۔

گزشتہ نبی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں وفات پا چکے تھے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ وفات یافتہ رسُولوں سے پوچھو کہ ہم نے شرک کی اجازت نہ دی تو ان کی اُمتیں اُن پر تہمت لگا کر کہتی ہیں کہ ہمیں شرک کا حکم ہمارے پیغمبروں نے دیا ہے۔ اگر مُردے نہیں سُنتے تو ان سے پوُچھنے کے کیا معنی؟ بلکہ اس تیسری آیت سے تو یہ معلوم ہُوا کہ خاص بزرگوں کو مُردے جواب بھی دیتے ہیں اور وُہ جواب بھی سُن لیتے ہیں۔ اب بھی کشفِ قبور کرنیوالے مُردوں سے سوال کر لیتے ہیں۔ اس لئے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بدر کے مقتول کافروں سے پکار کر فرمایا کہ بولو میرے تمام فرمان سچّے تھے یا نہیں۔ فاروقِ اعظم نے عرض کیا کہ بے جان مردوں سے آپ کلام کیوں فرماتے ہیں۔ تو فرمایا وُہ تم سے زیادہ سُنتے ہیں۔ دُوسری روایت میں ہے کہ دفن کے بعد جب زندے واپس ہوتے ہیں تو مُردہ اُن کے پاؤں کی آہٹ سُنتا ہے۔ اسی لئے ہم نمازوں میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سلام کرتے ہیں اور کھانا کھانیوالے

Marfat.com

استنجا کرنے والے سوتے ہوئے کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ وُہ جواب نہیں دے سکتے۔ تو جو جواب نہ دے سکے۔ اسے سلام کرنا منع ہے اگر مُردے نہ سنتے ہوتے تو قبرستان جاتے وقت انہیں سلام نہ کیا جاتا اور نماز میں حضور کو سلام نہ ہوتا۔

ضروری ہدایت: زندگی میں لوگوں کی سُننے کی طاقت مختلف ہوتی ہے بعض قریب سے سُنتے ہیں۔ جیسے عام لوگ اور بعض دُور سے بھی سُن لیتے ہیں۔ جیسے پیغمبر اور اولیا مرنے کے بعد یہ طاقت بڑھتی ہے۔ گھٹتی نہیں۔ لہٰذا عام مردوں کو ان کے قبرستان میں جا کر پکار سکتے ہیں۔ دُور سے نہیں لیکن انبیاء و اولیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو دُور سے بھی پکار سکتے ہیں کیونکہ وُہ جب زندگی میں دُور سے سُنتے تھے تو بعد وفات بھی سُنیں گے۔ لہٰذا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہر جگہ سے سلام عرض کرو مگر دُوسرے مردوں کو صرف قبر پر جا کر دُور سے نہیں۔

دُوسری ہدایت: اگرچہ مرنے کے بعد رُوح اپنے مقام پر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر سے ضرور رہتا ہے کہ عام مُردوں کو قبر پر جا کر پکارا جاوے تو سُنیں گے مگر اور جگہ سے نہیں جیسے سونے والا آدمی کہ اُس کی ایک رُوح نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے لیکن اگر اس کے جسم کے پاس کھڑے ہو کر آواز دو تو سُنے گی۔ دُوسری جگہ سے نہیں سُنتی۔

اعتراض: حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جو نماز وغیرہ میں سلام کیا جاوے۔ اس میں یہ نیت نہ ہو کہ آپ سُن رہے ہیں بلکہ جیسے کسی سے سلام کہلا کر بھیجتے ہیں یا کسی کو خط میں سلام لکھتے ہیں ایسے ہی سلام کیا جائے کیونکہ دور کے آدمی کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور پاس والے کا سلام خود حضور سُنتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (دہابی)

جواب: اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ تمہارے عقیدے کے یہ بھی خلاف ہے کہ تم تو کہتے ہو کہ مُردے سُننے ہی نہیں اور آیات پیش کرتے ہو۔ اگر حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم

Marfat.com

نے قبر انور میں سے سُن لیا تو تمہارے قول کے خلاف ہوگیا۔ دُوسرے یہ کہ جب کسی کے ہاتھ سلام کہہ کر بھیجتے ہیں تو اُسے خطاب کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ نہیں کہتے بلکہ جانے والے کو کہتے ہیں کہ ہمارا سلام کہہ دینا۔ ہم لوگ نماز وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو خط تو لکھتے نہیں تمہارے قول کے مطابق فرشتوں سے کہلا کر بھیجتے ہیں تو اس صُورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ اے نبی تم پر سلام ہو بلکہ یُوں کہا جانا چاہیئے۔ کہ اے فرشتو حضور سے ہمارا سلام کہنا خطاب فرشتوں سے ہونا چاہیئے تھا۔ تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ دُور والے کا سلام نہیں سُنتے۔ صرف یہ ہے کہ دُور والے کا سلام ملائکہ پیش کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ملائکہ بھی پیش کرتے ہوں اور سرکار خود بھی سُنتے ہوں۔ جیسے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں تو خدا کیا ان کے اعمال خود نہیں جانتا۔ ضرور جانتا ہے مگر پیشی بھی ہوتی ہے۔

اعتراض: مُردے نہیں سُنتے قرآن کریم فرما رہا ہے۔

۱۔ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ	تم قبر والوں کو نہیں سُنا سکتے۔
۲۔ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ	پس تم نہیں سُنا سکتے مُردوں کو اور نہیں سنا سکتے۔ بہروں کو پکار۔ جب وُہ پیٹھ دے کر پھریں اور نہ
وَمَا اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ	اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پہ لاؤ۔

ان آیات میں صاف بتایا گیا کہ قبر والے اور مُردے نہیں سُنتے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے سُننے کے قائل ہو کہ جو قبر انور پر سلام پڑھا جاوے وُہ سرکار سُن لیتے ہیں۔ وُہ بھی اس آیت کے خلاف ہوا۔ دُوسرے یہ کہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ تم اندھوں کو گمراہی سے نہیں نکال

سکتے حالانکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکت سے ہزاروں اندھے ہدایت پہ آگئے۔ تیسرے یہ کہ یہاں قبر والوں اور مردوں، اندھوں اور بہروں سے مُراد وُہ کفّار ہیں۔ جن پر مہر ہو چکی جن کے ایمان کی توقع نہیں۔ اسے خود قرآن کریم بتا رہا ہے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ الٰہی آیات کے آخر میں یہ ہے۔

۱۔ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝	تم اس کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لادیں اور وُہ مسلمان ہوں۔

یہ سورۂ نمل اور سُورۂ روم میں دونوں جگہ ہے اگر وہاں اندھے، بہرے، مُردے سے مُراد یہ اندھے اور مُردے ہوتے تو ان کے مقابل ایمان اور اسلام کا ذکر کیوں ہوتا۔ پتہ لگا کہ اس سے دل کے مُردے، دل کے اندھے مراد ہیں انہیں مردہ بہرہ اسلئے فرمایا کہ جیسے مردے پکار سے نفع اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے ہی یہ لوگ ہیں نیز قرآن کریم کافروں کے بارے میں فرماتا ہے۔

۲۔ صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ۝	یہ کفّار بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وُہ نہ لوٹیں گے۔
۳۔ اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝	اور کیا وہ جو مُردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اسکے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں یوں ہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیئے گئے ہیں۔

اس آیت سے مُردے سے مُراد کافر، زندگی سے مُراد ہدایت، اندھیروں سے مُراد کفر، روشنی سے مُراد ایمان ہے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیات کی تفسیر ہے۔

Marfat.com

۴ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝	جو اس دُنیا میں اندھا ہے وُہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستے سے بہکا ہُوا ہے۔

اِس سے بھی اندھے سے مُراد دل کا اندھا ہے نہ کہ آنکھ کا اندھا۔ بہرحال جن آیتوں میں اندھوں، مُردوں، بہروں کے نہ سُننے نہ ہدایت پانے کا ذکر ہے۔ وہاں کفّار مُراد ہیں بلکہ مُردے مدد بھی کرتے ہیں۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

۱ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔	اور وُہ وقت یاد کرو جب اللہ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول تشریف لاویں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ تم محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا حالانکہ وُہ پیغمبر آپ کے زمانہ میں وفات پا چکے تو پتہ لگا کہ وُہ حضرات بعد وفات حضور صلے اللہ علیہ وسلّم پر ایمان بھی لائے اور رُوحانی مدد بھی کی۔ چنانچہ سب نبیوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے معراج کی رات نماز پڑھی۔ یہ اس ایمان کا ثبوت ہُوا۔ حج وداع میں بہت سے پیغمبر آپ کے ساتھ حج میں شریک ہوئے اور مُوسیٰ علیہ السّلام نے اسلام والوں کی مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ آخر میں عیسیٰ علیہ السّلام بھی ظاہری مدد کے لئے آئیں گے۔ اموات کی مدد ثابت ہُوئی۔

۲ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝	اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو تمہارے پاس آجاویں پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور رسول بھی ان کیلئے دُعاءِ مغفرت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی مدد سے توبہ قبول ہوتی ہے اور یہ مدد زندگی سے خاص نہیں بلکہ قیامت تک یہ حکم ہے یعنی بعد وفات بھی ہماری توبہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی مدد سے قبول ہوگی۔ بعد وفات مدد ثابت ہوئی۔ اسی لئے آج بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ مدینہ منورہ میں سلام پڑھتے وقت یہ آیت پڑھ لیا کریں۔ اگر یہ آیت فقط زندگی کے لیئے تھی تو اب وہاں حاضری کا اور اس آیت کے پڑھنے کا حکم کیوں ہے۔

۳ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ٥ | اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام جہانوں کی رحمت ہیں اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد بھی جہان تو رہے گا۔ اگر آپ کی مدد اب بھی باقی نہ ہو تو عالم رحمت سے خالی ہوگیا۔

۴ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا٥ | اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لیئے بشیر اور نذیر بنا کر۔

اس للنّاس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد آئے اور آپ کی یہ مدد تا قیامت جاری ہے۔

۵ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ط | اور یہ بنی اسرائیل کافروں کے مقابلہ میں اسی رسول کے ذریعہ سے فتح کی دُعا کرتے تھے پھر جب وُہ جانا ہوا رسول ان کے پاس آیا تو یہ ان کا انکار کر بیٹھے۔

معلوم ہُوا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تشریف آوری سے پہلے بھی لوگ آپ کے نام کی مدد سے دُعائیں کرتے اور فتح حاصل کرتے تھے۔ جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدد دنیا میں آنے سے پہلے شامل حال تھی تو بعد بھی رہے گی۔ اسی لئے آج بھی حضور کے نام کا کلمہ مسلمان بناتا ہے۔ درُود شریف سے آفات دُور ہوتی ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تبرکات

Marfat.com

سے فائدہ ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام کے تبرکات سے بنی اسرائیلی جنگوں میں فتح حاصل کرتے تھے۔ یہ سب بعد وفات کی مدد ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اب بھی بحیات حقیقی زندہ ہیں۔ ایک آن کے لیئے موت طاری ہُوئی اور پھر دائمی زندگی عطا فرما دی گئی۔ قرآن کریم تو شہیدوں کی زندگی کا بھی اعلان فرما رہا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ زندوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں عالم ہے، حافظ ہے، قاضی ہے اور مُردوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ وُہ عالم تھا۔ زندوں کے لئے "ہے" اور مردوں کے لئے تھا استعمال ہوتا ہے نبی کا کلمہ جو صحابہ کرام آپ کی زندگی میں پڑھتے تھے۔ وہی کلمہ قیامت تک پڑھا جاوے گا کہ حضور اللہ کے رسُول ہیں۔ صحابہ کرام بھی کہتے تھے کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین ہیں اور ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں اگر آپ زندہ نہ ہوتے تو ہمارا کلمہ بدل جانا چاہیئے تھا۔ ہم کلمہ یُوں پڑھتے کہ "حضور اللہ کے رسُول تھے"۔ جب آپ کا کلمہ نہ بدلا تو معلوم ہُوا کہ آپ کا حال بھی نہ بدلا لہٰذا آپ اپنی زندگی شریف کی طرح ہی سب کی مدد فرماتے ہیں ہاں اس زندگی کا ہم کو احساس نہیں۔

مسئلہ نمبر ۶

یادگاریں قائم کرنا اور بڑی تاریخوں پر خوشیاں منانا

جس تاریخ یا جس دن میں کبھی کوئی نعمت آئی ہو تا قیامت وُہ تاریخ معظّم ہو جاتی ہے۔ اس تاریخ میں یادگاریں منانا، خوشیاں منانا، خوشی میں عبادتیں کرنا حکم قرآن ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ | رمضان کا مہینہ وُہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

Marfat.com

۲ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

بیشک ہم نے قرآن شب قدر میں اتارا۔ اور تمہیں کیا خبر کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ شب قدر اور ماہ رمضان کی اتنی عظمت ہے کہ شب قدر تو ہزار ماہ سے افضل ہو گئی اور ماہ رمضان باقی مہینوں سے بہتر ہو گیا اور اس کا نام قرآن میں آیا۔ اس کے سوا کسی مہینہ کا نام قرآن میں نہ آیا۔ محض اسلئے کہ یہ مہینہ اور یہ رات قرآن کے نزول کا وقت ہے۔ قرآن تو ایک دفعہ اُتر چکا مگر ان کی یہ عظمت ہمیشہ کیلئے ہو گئی

۳ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو

۴ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۝

فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ وہ ان کی دھن دولت سے بہتر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس تاریخ میں اللہ کی نعمت ملی ہو اس کی یادگار مناؤ خوشیاں مناؤ۔

۵ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۝

اے موسیٰ بنی اسرائیل کو اللہ کے دن یاد دلا دو جن دنوں میں ان پر نعمتیں اتریں بیشک اسمیں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو

۶ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنْكَ۔

عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا کہ یارب ہم پر آسمان سے دستر خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے اگلوں پچھلوں کی عید ہو اور یہ تیری طرف سے نشانی ہو۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو انعامات

Marfat.com

کی تاریخیں یاد دلاتے رہو ان کی یادگاریں قائم کرو اور عیسیٰ علیہ السّلام نے غیبی دسترخوان کے آنے کی تاریخ کو اپنے اگلے پچھلے سارے عیسائیوں کے لیئے عید قرار دیا۔ لہٰذا میلاد شریف گیارہویں شریف، بزرگوں کے عُرس، فاتحہ، چالیسواں، تیجہ وغیرہ سب جائز ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کی نعمت کی یادگاریں ہیں اور یادگاریں منانا حکم قرآنی ہے۔ رَبّ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ — اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے۔

اعتراض: مسلم و بخاری کی روایت میں ہے کہ جمعہ کا روزہ نہ رکھو بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کو روزے سے خاص نہ کرو۔ معلوم ہُوا کہ کسی دن کی تعیین منع ہے۔ چونکہ میلاد اور عرس میں تاریخ مقرر ہوتی ہے لہٰذا منع ہے۔ (وہابی)

جواب: اس کا جواب اسی حدیث میں آگے ہے کہ اگر جمعہ کسی ایسی تاریخ میں آجائے جس کے روزے کے تم عادی ہو تو رکھو یعنی اگر کسی کی عادت بارہویں کے روزے کی ہے اور جمعہ بارہویں کو آگیا تو رکھ لے۔ نیز فرماتے ہیں: نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کہ صرف جمعہ کو روزہ نہ رکھے بلکہ آگے پیچھے ایک دن اور بھی ملائے۔ معلوم ہُوا کہ مقرر کرنا منع نہیں۔ بلکہ جمعہ کے روزہ کی ممانعت ہے۔ ممانعت کی وجہ کچھ اور ہے۔ کیا وجہ ہے۔ اس کے متعلق علماء کے بہت سے قول ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور عید کو روزہ منع ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے اس کا روزہ منع ہے یعنی یہ مشابہ عید کے ہے۔ دُوسرے یہ کہ جمعہ کا دن کام کاج کا ہے غسل کرنا، کپڑے تبدیل کرنا، جمعہ کی تیاری کرنا، خطبہ سُننا، نماز جمعہ پڑھنا۔ ممکن ہے کہ روزے کی وجہ سے تکلیف ہو۔ لہٰذا ان کاموں کی وجہ سے روزہ نہ رکھے۔ جیسے حاجی کو نویں تاریخ، بقرعید کا روزہ اور حاجی کو بقرعید کی نماز مکروہ ہے۔ اسلئے کہ وہ دن اس کے کام کے ہیں۔ روزے سے اس کے کاموں میں حرج ہوگا۔ تیسرے یہ کہ صرف جمعہ کے روزنے

Marfat.com

میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ تم اگر جمعہ کا روزہ رکھو تو آگے پیچھے ایک دن اور ملا لو تاکہ مشابہت نہ رہے۔ چوتھے یہ کہ خود نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ دوشنبہ کا روزہ کیسا ہے فرمایا کہ اسی دن ہماری ولادت ہے۔ اسی دن نزول وحی کی ابتدا ہوئی۔ لہٰذا روزہ رکھو اور خود نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عاشورہ کا روزہ اسی خوشی میں رکھا کہ اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون سے نجات ملی۔

اگر یادگاریں منانا بُرا ہوتا تو یہ یادگاریں کیوں منائی جاتیں؟

اعتراض: چونکہ میلاد شریف اور عرس میں لوگ بہت حرام کام بھی کرتے ہیں لہٰذا یہ منع ہے۔

جواب: قاعدہ غلط ہے کوئی سنّت حرام کام کے ملنے سے ناجائز نہیں ہو جاتی۔ نکاح سُنّت ہے مگر لوگوں نے اس میں ہزاروں خرافات ملا دیں تو نکاح کو نہیں روکا جاتا بلکہ ان چیزوں سے منع کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷

بزرگوں کی جگہ کی تعظیم اور وہاں دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے

جس جگہ کوئی ولی رہتے ہوں یا رہے ہوں یا کبھی بیٹھے ہوں وہ جگہ حرمت والی ہے وہاں عبادت اور دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اس کی تعظیم کرو۔ دُعا مانگو۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱؎ وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ	اور یاد کرو جب ہم نے کہا کہ داخل ہو تم اس بستی میں

Marfat.com

وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک خوب کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیکی والوں کو اور زیادہ دیں گے ۔

اس آیت میں بتایا گیا کہ جب بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا تو اُن سے کہا گیا کہ بیتُ المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور گناہ کی معافی مانگو بیت المقدس نبیوں کی بستی ہے ۔ اسکی تعظیم کرائی گئی کہ سجدہ کرتے ہوئے جاؤ اور وہاں جا کر توبہ کرو ۔

٢ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا .

جو اس مکہ میں داخل ہو گیا امن والا ہو گیا ۔

٣ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝

کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرم شریف کو امن والا بنایا اور ان کے آس پاس کے لوگ اُچک لئے جاتے ہیں کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں ۔

ان آیتوں سے پتہ چلا کہ حضرت خلیل اللہ کی بستی جو کعبہ معظّمہ کا شہر ہے ۔ بہت حُرمت والا اور عظمت والا ہے ۔

٤ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

وہاں مریم کے پاس زکریا نے دُعا مانگی عرض کیا کہ اے رب مجھے اپنی طرف سے سُتھری اولاد دے ۔ بیشک تو دُعا کا سننے والا ہے ۔

٥ وَقَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا .

اور جو اس معاملہ پر غالب آئے وہ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے ۔

Marfat.com

ان آیتوں سے معلوم ہُوا کہ حضرت زکریا علیہ السّلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر اولاد کی دُعا مانگی تاکہ قربِ ولی کی وجہ سے دُعا جلد قبول ہو اور مسلمانوں نے اصحابِ کہف کے غار پر مسجد بنائی تاکہ ان کی برکت سے زیادہ قبول ہُوا کرے۔

۶۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ	میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکّہ کی جبکہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔
۷۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ	قسم ہے انجیر کی، زیتون کی اور طورِ سینا پہاڑ کی اور اس امانت والے شہر کی۔

ان آیتوں سے معلوم ہُوا کہ جس جگہ اللہ کے بندے ہوں وُہ جگہ ایسی حُرمت والی ہو جاتی ہے کہ اس کی ربّ قسم فرماتا ہے۔

ان آیات سے یہ بھی پتہ لگا کہ بزرگوں کے چِلّے جہاں انہوں نے عبادت کی وہاں جا کر نماز پڑھنا۔ دُعا کرنا اس جگہ کی تعظیم کرنا باعثِ ثواب ہے اسی لئے مدینہ منوّرہ میں ایک عبادت کا ثواب پچاس ہزار ہے۔ اور مکّہ مکرّمہ میں ایک کا ثواب ایک لاکھ۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ جگہ اللہ کے پیاروں کی ہے۔ ریل اگرچہ مساوی لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی صرف اسٹیشن پر ہے۔ اللہ کے بندوں کی جگہ رحمتِ خدا کے اسٹیشن ہیں۔

مسئلہ نمبر ۸

سچّے مذہب کی پہچان

اسلام میں آج بہت سے فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے کو حق کہتا ہے اور ہر ایک قرآن سے اپنا مذہب ثابت کرتا ہے۔ قرآن سے پوچھو کہ سچّا مذہب کون ہے وُہ فرماتا ہے:

Marfat.com

۱۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ رہو۔

۲۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

ہم کو سیدھے رستے کی ہدایت دے اور ان کا رستہ جن پر تُو نے انعام کیا۔

۳۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو تم ان ہی کی راہ پر چلو۔

۴۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ۔

اولادِ یعقوب نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم اسمٰعیل اسحاق کے معبودوں کو پوجیں گے۔

۵۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ

تمہارے لئے اللہ کے رسُول ہیں اچھی پیروی ہے۔

۶۔ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔

فرما دو بلکہ ہم پیروی کریں گے ابراہیم کے دین کی جو ہر برائی سے دُور ہے۔

۷۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

اور جو رسُول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ حق اس پر کُھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

۸۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۝

اور ایسے ہی ہم نے تم کو درمیانی اُمّت بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تم پر نگہبان گواہ ہیں۔

ان مذکورہ آیتوں سے معلوم ہُوا کہ سچے مذہب کی پہچانیں دو ہیں ایک تو یہ کہ اس مذہب

Marfat.com

ہیں سچے لوگ یعنی اولیاء اللہ، صالحین، علماء ربانی ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ عام مومنین کا مذہب ہو۔ چھوٹے چھوٹے فرقے جن میں اولیاء صالحین نہیں وہ غلط راستے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے۔ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ۔ بڑے گروہ کی پیروی کرو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک جس مذہب پر عام مسلمان رہے ہوں۔ وہ قبول کرو۔ یہ دونوں علامتیں آج صرف مذہب اہل سنت میں پائی جاتی ہیں۔ شیعہ، وہابی، دیوبندی چکڑالوی میں نہ اولیاء اللہ تھے، نہ ہیں۔ تمام چشتی۔ قادری۔ سہروردی۔ نقشبندی اسی سنی مذہب میں گزرے ہیں اور اسی مذہب میں آج ہیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، ان سے حاجتیں مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ماننا وغیرہ تمام چیزیں عام مسلمان کا مذہب رہا اور ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب جاء الحق کا مطالعہ کرو۔

لطیفہ: ہر قوم کی تاریخ اس کے نام سے معلوم کرو۔ قوموں کے موجودہ نام تاریخی نام ہیں۔ ہم اس پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

چکڑالوی: اس فرقہ کی پیدائش عبد اللہ چکڑالوی پنجابی کے وقت سے ہوئی یعنی اس کی عمر ایک سو پندرہ سال ہے۔

اثنا عشری شیعہ: اس فرقہ کی پیدائش بارہ اماموں کے وقت سے ہوئی۔ کیونکہ اثنا عشر کے معنی ہیں بارہ امام۔ جب بارہ امام پیدا ہوئے تو یہ فرقہ ظہور میں آیا۔ اس لئے اسکی عمر تقریباً گیارہ سو برس ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سو سال بعد میں ہوا۔ خیال رہے کہ ان شیعہ کے عقیدہ میں امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں جو قرآن لے کر چھپ گئے

Marfat.com

ہیں۔ قریب قیامت آئیں گے۔

وہابی : خواہ دیوبندی ہوں یا غیر مقلد اس فرقے کی پیداوار عبدالوہاب نجدی کے وقت میں ہوئی لہٰذا اس کی عمر ایک سو پچھتر سال ہے یعنی گیارھویں صدی میں پیدا ہوا۔

بابی ۔ بہائی : ان دونوں فرقوں کی پیداوار بہاء اللہ اور عبداللہ باب کے زمانہ میں ہوئی۔ ان کی عمر سو برس سے بھی کم ہے۔

اہلِ سُنّت والجماعت : جب سے سُنّتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دنیا میں آئی تب سے یہ مذہب آیا یعنی جو عمر سُنّتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ وہی اس مذہب کی ہے اور چونکہ مسلمانوں کی عام جماعت کا یہی مذہب ہے لہٰذا اس فرقے کا نام ہُوا اہلسنّت وجماعت یعنی سُنّتِ رسُول اور جماعت مسلمین والا فرقہ۔

قرآنِ پاک کی مذکورہ آیات سے معلوم ہُوا کہ یہ ہی فرقہ حق ہے۔ اگرچہ قرآنِ پاک کا ترجمہ سب کرتے ہیں حدیثیں سب دبائے پھرتے ہیں اور علماء سارے فرقوں میں ہیں مگر صادقین یعنی اولیاء کاملین، حضور غوث پاک، خواجۂ اجمیر، خواجہ بہاؤالدین نقشبند، شیخ شہاب الدین سہروردی گزشتہ اولیاء اللہ اور موجودہ اولیاء کرام تونسہ شریف، سیال شریف گولڑہ شریف، علی پور شریف، بٹالہ شریف وغیرہ تمام آستانے والے اسی مذہب پر ہیں لہٰذا ان آیات نے صاف طور پر بتایا کہ یہ ہی مذہب حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر ہم سب کو رکھے اور اسی پر خاتمہ کرے آمین۔

مسئلہ نمبر ۹

دم درود کرنا پڑھ کر پھونکنا

بعض لوگ صوفیاء کرام کے تعویذ، دم، جھاڑ پھونک کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ کھانے کمانے کے ڈھنگ ہیں۔ قرآن میں اس کا ثبوت نہیں بلکہ جو ہوا پیٹ میں سے نکلتی ہے۔ وُہ گرم اور بیماری والی ہوتی ہے۔ وُہ پھونک بیمار کرے گی شفا نہ دے گی مگر یہ خیال قرآن کے خلاف ہے۔

قرآنِ کریم نے دم کرنے اور پھونکنے کی تاثیر کا اعلان فرمایا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں پھونکنے میں تاثیر ہے:

۱۔ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ ۝	رب تعالیٰ نے فرمایا تو جب میں آدم کے جسم کو ٹھیک کر لوں اور ان میں اپنی طرف سے رُوح پھونک دوں تو ان کیلئے سجدے میں گر جانا۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ ربّ تعالیٰ نے رُوح پھونک کر آدم علیہ السّلام کو زندگی بخشی ربّ تعالیٰ کا پھونکنا وُہ ہے جو اس کی شان کے لائق ہو مگر لفظ پھونکنے کا استعمال فرمایا گیا بلکہ جان کو رُوح اسی واسطے کہتے ہیں کہ وُہ پھُونکی ہوئی ہوا ہے۔ رُوح کے معنی ہوا، پھونک ہیں

۲۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝	اللہ بیان فرماتا ہے عمران کی بیٹی مریم کا جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اپنی طرف سے اسمیں رُوح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں ہوئی۔

اس آیت سے معلُوم ہُوا کہ حضرت جبریل نے گریبان میں دم کیا جس سے آپ حاملہ ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوُئے اسی لئے آپ کا لقب رُوح اللہ بھی ہے اور کلمۃ اللہ بھی یعنی اللہ کا دم یا اللہ کا کلمہ۔ حضرت جبریل علیہ السّلام نے کچھ پڑھ کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر دم کیا جس سے یہ فیض دیا۔ اب بھی شفا وغیرہ کے لئے پڑھ کر دم ہی کرتے ہیں۔

Marfat.com

۳ اِنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

فرمایا عیسٰے نے کہ میں بناتا ہوں تمہارے لئے پرندے کی صورت پھر اس میں دم کرتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور کوڑھی اندھے کو اچھا کرتا ہوں اور مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ عیسٰی علیہ السّلام دم کر کے مُردے زندہ کرتے تھے۔ کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرتے تھے۔ یہاں بھی دم سے ہی یہ فیض دیئے گئے۔

۴ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ۔

اور پھونکا جائے گا صور میں تو بیہوش ہو جائینگے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں

۵ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا

جس دن پھونکا جاوے گا صور میں پس آؤ گے تم فوج در فوج

معلوم ہُوا قیامت کے دن صُور میں پھونکا جاویگا جس سے مردے زندہ ہوں گے غرضیکہ ابتدا انتہا اور بقا ہمیشہ فیض دم سے ہُوا۔ اور ہوتا ہے اور ہوگا۔ اسی لئے آج بھی صوفیاء قرآن کریم پڑھ کر دم کرتے ہیں۔ خود نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام بیماروں پر قرآن شریف پڑھ کر دم فرماتے تھے کیونکہ جیسے پھولوں سے چھو کر ہوا میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی جس زبان سے قرآن شریف پڑھا گیا ہو اس سے چھو کر جو ہوا آوے گی وہ شفا دے گی۔ اسیطرح تبرکات سے شفا ملتی ہے جیسا کہ اسی باب کے شروع میں آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰

سارے صحابہ برحق ہیں

قرآن کریم صحابہ کی حقانیت وصداقت کا اعلان فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے:

Marfat.com

۱ الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ	وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ قرآن میں کوئی شک و تردد نہیں۔ شک کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو بھیجنے والا غلطی کرے یا لانے والا غلطی کرے یا جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے یا جنہوں نے اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا انہوں نے دیانت سے کام نہ لیا ہو۔ اگر ان چاروں درجوں میں کلام محفوظ ہے تو واقعی شک و شبہ کے لائق نہیں۔ قرآن شریف کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ۔ لانے والے حضرت جبریل علیہ السّلام، لینے والے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضور سے لے کر ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السّلام، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم تک تو محفوظ رہے لیکن صحابہ کرام سچے نہ ہوں اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقیناً قرآن میں شک پیدا ہو گیا کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابلِ اعتبار نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لاوے تو تحقیق کر لیا کرو اب قرآن کا بھی اعتبار نہ رہے گا۔ قرآن پر یقین جب ہی ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے تقویٰ و دیانت پر یقین ہو۔

۲ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ	قرآن ہدایت ہے ان متقیوں کو جو غیب پر ایمان لاتے ہیں

یعنی اے کافرو! جن پرہیزگاروں یعنی جماعت صحابہ کو تم دیکھ رہے ہو۔ انہیں قرآن نے ہی ہدایت دی اور یہ لوگ قرآن ہی کی ہدایت سے ایسے اعلیٰ متقی بنے ہیں۔ قرآن کریم نے ہی ان کی کایا پلٹ دی۔ اگر قرآن کا کمال دیکھنا ہو تو ان صحابہ کرام کا تقویٰ دیکھو۔ اس آیت میں قرآن نے صحابہ کرام کے ایمان و تقویٰ کو اپنی حقانیّت کی دلیل بنایا۔ اگر وہاں ایمان و تقویٰ نہ ہو تو قرآن کا دعویٰ بلا دلیل رہ گیا۔

۳ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا	اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ

Marfat.com

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ٥

کی راہ میں جہاد کیا اور وُہ جنہوں نے رسول کو جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ وُہ سچے مسلمان ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس آیت میں صحابہ کرام، مہاجرین اور انصار کا نام لے کر انہیں سچا مومن، متقی اور مغفور فرمایا گیا۔

۴ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥

ان فقیر ہجرت والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ و رسُول کی مدد کرتے ہیں وہ ہی سچے ہیں۔

اس آیت میں تمام مہاجر صحابہ کو نام و پتہ بتا کر سچا کہا گیا ہے یعنی یہ ایمان میں سچے اور اقوال کے پکے ہیں۔

۵ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

اور وُہ جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جان پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں بہت محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہ ہی کامیاب ہے۔

اس آیت میں انصار مدینہ کو نام لے کر پتہ بتا کر کامیاب فرمایا گیا۔ معلوم ہُوا کہ

Marfat.com

سارے مہاجرین و انصار سچے اور کامیاب ہیں۔

۶ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا ؕ وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی۔	تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکّہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔

اِس آیت نے بتایا کہ سارے صحابہ سے ربّ تعالیٰ نے جنّت کا وعدہ فرمالیا ہے لیکن وُہ خلفاء راشدین جو فتح مکہ سے پہلے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثار رہے۔ وُہ بہت درجے والے ہیں۔ ان کے درجہ تک کسی کے وہم و گمان کی رسائی نہیں کیونکہ رَبّ تعالیٰ نے ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا فرمایا اور اتنے بڑے عرش کو عظیم یعنی بڑا فرمایا لیکن ان خلفائے راشدین کے درجہ کو چھوٹا نہ کہا۔ بڑا نہ فرمایا بلکہ اعظم یعنی بہت ہی بڑا فرمایا۔

۷ وَ سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی:	اور دوزخ سے بہت دُور رکھا جائیگا وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ سُتھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاوے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

یہ آیت حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جب آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھاری قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا۔ کفّار نے حیرت سے کہا کہ شاید حضرت بلال کا آپ پر کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آپ نے اتنی بڑی قیمت سے خرید کر آزاد کیا۔ ان کفّار کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل خصوصی صفات بیان ہوئے۔

Marfat.com

ان کا دوزخ سے بہت دُور رہنا۔ ان کا سب سے بڑا متقی ہونا۔ یعنی اتقیٰ ان کا بہمثل سخی ہونا۔ ان کے اعمال طیّبہ طاہرہ کا ریا سے پاک ہونا۔ خالص ربّ کے لیۓ ہونا اور جنّت میں انہیں ربّ تعالیٰ کی طرف سے ایسی نعمتیں ملنا جس سے وُہ راضی ہوجاویں۔

لطیفہ: اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے لیۓ فرمایا وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی۔ آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجاویں گے اور حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیۓ فرمایا وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰی۔ عنقریب صدّیق راضی ہوجاویں گے معلوم ہوا کہ آپ کو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بہت ہی قرب ہے۔

۹ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسۡبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔	اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کی پیروی کرنیوالے یہ مومن کافی ہیں۔

یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ حقیقتاً آپکو اللہ کافی ہے اور عالم اسباب میں عمر کافی ہیں۔

۱۰ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ - (الآیۃ)	جو صحابہ ان نبی کے ساتھی ہیں۔ وُہ کافروں پر سخت آپس میں نرم ہیں۔
۱۱ ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَمَثَلُهُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ كَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ (الآیۃ)	یہ جماعت صحابہ وُہ ہیں جن کی مثال توریت وانجیل میں اس کھیت سے دی گئی ہے۔
الیٰ ان قال: لِیَغِیۡظَ بِهِمُ الۡكُفَّارَ۔	جس نے اپنا پٹھا نکالا۔ یہاں تک کہ فرمایا تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہارے صحابہ کے نام کے ڈنکے ہم نے توریت وانجیل میں بجا دیۓ۔ وہ تو میری ہری بھری کھیتی ہیں جنہیں دیکھ کر یں

Marfat.com

تو خوش ہوتا ہوں اور میرے دُشمن رافضی جلتے ہیں۔

لطیفہ: قرآن کریم نے بعض لوگوں پر صاف صاف فتویٰ کفر دیا۔ ایک تو نبی کی توہین کرنے والے، اور دُوسرے صحابہ کے دُشمن صحابۂ کرام کے دُشمنوں پر رب تعالیٰ نے کفر کا فتویٰ دیا کسی اور سے نہ دلوایا۔

۱۲ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ۔	ابوبکر دو میں کے دوسرے ہیں جبکہ وُہ غار میں ہیں جب فرماتے تھے رسول اپنے ساتھی سے غم نہ کر

یہ آیت حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اُتری۔ اس میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب غار میں یار کو لے کر بیٹھے اور مار سے اپنے کو کٹوایا۔ اس آیت نے ابوبکر صدیق کی صحابیّت کا صراحتہً اعلان فرمایا۔ ان کی صحابیّت ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کیونکہ جس قرآن نے توحید و رسالت کا صراحتہً اعلان کیا۔ اسی قرآن نے صدّیق کی صحابیّت کا ڈنکا بجایا لہٰذا ان کی صحابیّت وعدالت پر ایمان لانا ایسی ہی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا اور ان کی صحابیّت کا مُنکر ایسا ہی بے دین ہے جیسے توحید و نبوّت کا مُنکر۔

۱۳ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔	نہ سُست پڑو تم لوگ نہ غمگین ہو اور تم ہی بلند ہو اگر تم سچے مومن ہو۔
۱۴ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى	اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور جما دے گا ان کے لئے ان کا وہ دین جو ان کیلئے

Marfat.com

لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ۔ | پسند کیا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دیگا۔

اِن دو آیتوں میں مسلمانوں سے دو شرطوں پر چند وعدے کئے گئے ہیں۔ شرطیں ایمان اور تقویٰ کی ہیں۔ اُن سے وعدہ ہے (۱) بلندی (۲) خلافتِ دُنیا (۳) خوف کے بعد امن بخشنا (۴) دین کو مضبوط کرنا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو بلندی بھی دی۔ زمین میں خلافت بھی بخشی۔ امن بھی عطا کیا اور ان کے زمانہ میں دین کو ایسا مضبوط فرمایا کہ آج اس مضبوطی کی وجہ سے اسلام قائم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے دونوں شرطیں بھی پوری کیں اور مومن بھی رہے اور پرہیزگار متقی بھی ورنہ انہیں یہ چار نعمتیں نہ دی جاتیں۔

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ ورنہ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اُن حضرات کے فضائل میں ہیں اور کیوں نہ ہوں یہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے کمال کا مظہر ہیں جیسے حضور صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات ربّ تعالیٰ کے کمال کا نمونہ ہے۔ جیسے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تنقیص ربّ تعالیٰ کے کمال کا انکار ہے۔ ایسے ہی ان انکار، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمال کا انکار ہے۔ اُستاد کا زورِ علمی شاگردوں کی لیاقت سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر صفِ اوّل کی نماز فاسد ہو تو پچھلی صفوں کی نماز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ امام کو دیکھنے والی صف اوّل ہی ہے اگر انجن کے پیچھے والا ڈبّہ انجن سے کٹ کر رہ جائے۔ تو پچھلے ڈبّے کبھی سفر نہیں کر سکتے۔ وُہ حضرات اسلام کی صفِ اوّل ہیں اور ہم آخری صفیں وہ گاڑی کا اگلا ڈبّہ ہیں ہم پچھلے۔ اگر وُہ ایمان سے رہ گئے تو ہم کیسے مومن ہو سکتے ہیں؟

اعتراض: ان آیتوں کے نزول کے وقت تو یہ سب مومن تھے مگر حضور کی وفات کے بعد خلافت کا حق چھین کر اور حضور (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی میراث تقسیم

Marfat.com

نہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے نکل گئے۔ یہ آیات اسوقت کی ہیں بعد سے انہیں کوئی نہیں۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں: **ایک** یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اگر خلفاء راشدین کا انجام اچھا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ انکے فضائل قرآن شریف میں بیان نہ فرماتا نیز رب تعالیٰ نے ان مذکورہ آیتوں میں خبر دی کہ یہ دوزخ سے بہت دور رہیں گے ہم انہیں اتنا دیں گے کہ وُہ راضی ہوجاوینگے ہم نے ان سب سے جنّت کا وعدہ کرلیا۔ یہ باتیں انجام بخیر سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔

دُوسرے یہ کہ اگر یہ حضرات ایمان سے پھر گئے ہوتے تو اہلبیت اطہار خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے خلیفہ رسُول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) وہ ہوسکتا ہے جو مومن متقی ہو بلکہ جیسے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفین میں جنگ کی اور امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں جان دیدی مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔ اسوقت بھی وہ جنگ کراتے۔

تیسرے یہ کہ جیسے صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ان کی خلافتیں میراث کے طور پر ان کی اولاد کو نہ ملیں بلکہ جس پر سب کا اتفاق ہوگیا وہ خلیفہ ہوگیا۔ اسی طرح نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خلافت میں نہ میراث تھی نہ کسی کی ملکیّت بلکہ رائے عامہ پر ہی انتخاب ہُوا۔

چوتھے یہ کہ پیغمبر کی میراث مال نہیں بلکہ علم ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یَاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ۔ اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے علیہم السّلام اور فرمایا کہ ہم کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا۔ دیکھو داؤد علیہ السّلام کے بہت بیٹے تھے مگر وارث صرف حضرت سلیمان علیہ السّلام ہوئے اور مال کے نہیں بلکہ علم کے وارث ہوُئے اسی لئے نبی کی بیویاں بھی حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی میراث نہ پاسکیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی میراث تقسیم نہ فرمائی۔

Marfat.com

اعتراض: تم کہتے ہو کہ سارے صحابہ متقی پرہیزگار ہیں حالانکہ قرآن شریف انہیں فاسق کہہ رہا ہے۔ فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا۔	اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

ولید بن عقبہ صحابی نے آکر خبر دی تھی کہ فلاں قوم نے زکوٰۃ نہ دی۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ جس میں ولید صحابی کو فاسق کہا گیا اور فاسق متقی نہیں ہو سکتا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں ان کو فاسق نہ کہا گیا۔ بلکہ ایک قانون بیان کیا گیا کہ آئندہ اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیقات کر لیا کرو۔ دُوسرے یہ کہ اُس خاص وقت میں انکو فاسق گنہگار کہا گیا۔ صحابی سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے وُہ معصوم نہیں۔ ہاں اس پر قائم نہیں رہتے۔ توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ جیسے حضرت ماعز سے زنا ہو گیا مگر بعد میں ایسی توبہ نصیب ہُوئی کہ سبحان اللہ!

مسئلہ نمبر ۱۱

عیسےٰ علیہ السّلام بغیر باپ ہوُئے

سارے مسلمانوں کا عقیدہ تھا اور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو ربّ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا مگر اب موجودہ زمانہ میں قادیانیوں نے اس کا انکار کیا۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض بھولے جاہل مسلمان بھی اس ظاہری مسئلہ کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں۔ حالانکہ قرآن شریف اس کا بہت زور شور سے اعلان فرما رہا ہے۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

Marfat.com

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝	بیشک عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ اُسے مٹی سے بنایا۔ پھر اس سے فرمایا کہ ہوجا وُہ فوراً ہوجاتا ہے۔ یہ حق ہے تمہارے رب کیطرف سے تو تم شک والوں میں سے نہ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش کو آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے تشبیہہ دی کہ جیسے آدم علیہ السّلام بغیر نطفے کے پیدا ہُوئے ایسے ہی آپ بھی۔ جب آدم علیہ السّلام خُدا کے بیٹے نہ ہُوئے تو اے عیسائیو! عیسیٰ علیہ السّلام خدا کے بیٹے کب ہو سکتے ہیں؟ اگر عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ہوتی تو انہیں آدم علیہ السّلام سے تشبیہہ نہ دی جاتی۔

۲ قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ ہُوَ عَلَیَّ ہَیِّنٌ وَّلِنَجْعَلَہٗٓ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا ۝	مریم نے جبریل سے کہا کہ میرے بیٹا کیسے ہوسکتا ہے مجھے تو کسی مرد نے چھوُا بھی نہیں۔ فرمایا ایسے ہی ہوگا تمہارے رُب نے فرمایا کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے اور تاکہ بنائیں ہم اس بچہ کو لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہُوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے بیٹے ملنے کی خبر پر حیرت کی کہ بغیر مرد کے بیٹا کیسے پیدا ہوگا اور انہیں رب کی طرف سے جواب ملا کہ اس بچہ سے رب تعالیٰ کی قدرت کا اظہار مقصود ہے لہٰذا ایسے ہی بغیر باپ کے ہوگا۔ اگر آپ کی پیدائش معمول کے مطابق تھی تو تعجب کے کیا معنی اور رب تعالیٰ کی نشانی کیسی؟

۳ فَاَتَتْ بِہٖ قَوْمَہَا تَحْمِلُہٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ	تو انہیں گود میں اپنی قوم کے پاس لائیں بولے اے مریم

Marfat.com

لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۔ | تو نے بہت بُری بات کی ۔

معلوم ہُوا کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش پر لوگوں نے حضرت مریم کو بہتان لگایا ۔ اگر آپ خاوند والی ہوتیں تو اس بہتان کی کیا وجہ ہوتی ۔

۱ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ الخ | پھر مریم نے بچّہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچّہ ہے ۔ بچّہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں ۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ ربّ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السّلام کو بچپن میں ہی گویائی دی اور آپ نے خود اپنی ماں کی پاکدامنی اور رب تعالیٰ کی قدرت بیان فرمائی اگر آپ کی پیدائش باپ سے ہے تو اس معجزے اور گواہی کی ضرورت نہ تھی ۔

۵ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۔ | عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسُول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور رب کی طرف سے ایک رُوح ۔

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السّلام کو مریم کا بیٹا فرمایا ۔ حالانکہ اولاد کی نسبت باپ کیطرف ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف آپ کا اگر والد ہوتا تو آپ کی نسبت اسی کی طرف ہونی چاہیے تھی نیز قرآن کریم نے کسی عورت کا نام نہ لیا اور نہ کسی کی پیدائش کا واقعہ اس قدر تفصیل سے بیان فرمایا چونکہ آپ کی پیدائش عجیب طرح صرف ماں سے ہے لہٰذا ان بی بی کا نام بھی لیا اور واقعہ پیدائش پورے ایک رکوع میں بیان فرمایا ۔ نیز انہیں کلمۃ اللہ اور اللہ کی رُوح فرمایا معلوم ہُوا کہ آپ کی پیدائش ایک کلمہ سے ہے اور آپ کی رُوح مافوق الاسباب آئی ہے ۔

۶ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ | عیسیٰ کلام کریں گے لوگوں سے پالنے سے اور پکی عمر

الصّٰلِحِيْنَ ہ	میں اور خاص نیکوں میں ہوں گے۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی خصوصیت بچپن اور بڑھاپے میں کلام کرنا ہے۔ بچپن میں کلام کرنا تو اسلئے معجزہ ہے کہ بچّے اتنی عمر میں بولا نہیں کرتے اور بڑھاپے میں کلام کرنا اسلئے معجزہ ہے کہ آپ بڑھاپے سے پہلے آسمان پر گئے اور وہاں سے آکر بوڑھے ہوکر کلام کریں گے۔

ان آیات مذکُورہ بالا سے روز روشن کی طرح آپ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ظاہر ہُوا۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انسان بلکہ سارے حیوانات کو نطفے سے پیدا فرمادے اور قانون کی مخالفت ناممکن ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السّلام کا خلاف قانون پیدا ہونا غیرممکن ہے۔ رَبّ تعالیٰ صاف فرما رہا ہے۔

۱۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ہ	بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو ماں باپ کے مخلوط نطفے سے کہ ہم اسے آزمائیں پس ہم نے اُسے سننے دیکھنے والا بنا دیا۔
۲۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۔	اور وُہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سُسرال مقرر کردی۔
۳۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ہ	اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔
۴۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ہ	اور تم ہرگز اللہ کے قانون کو بدلتا ہوا نہ پاؤ گے۔
۵۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ہ	اور تم ہمارا قانون بدلتا ہُوا نہ پاؤ گے۔

ان آیتوں سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ تمام انسان اور حیوانات کی پیدائش کا قانون یہ ہے کہ اس کی پیدائش نطفے سے ہو۔ دُوسرے یہ کہ خُدا کے قانون میں تبدیلی

Marfat.com

ناممکن ہے اگر عیسٰی علیہ السّلام کی پیدائش بغیر باپ مانی جائے تو ان آیات کے خلاف ہوگا۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی، دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ آدم علیہ السّلام بغیر نطفے کے پیدا ہُوئے۔ ہمارے سروں میں جُوئیں، چارپائی میں کھٹمل، پیٹ اور زخم میں کیڑے بغیر نطفے کے دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ برسات میں کیڑے پھل میں جانور بغیر نطفے کے پیدا ہوتے ہیں۔ بتاؤ یہ قانون کے خلاف کیوں ہُوا۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء خود قانون الٰہی ہیں یعنی رب تعالٰی کا یہ قانون ہے کہ نبی اور ولی پر حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوں تو آپ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اس معجزے کے قانون کے ماتحت ہے تمہاری پیش کردہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق خدا کے قانون میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔ اگر خالق خود کرے تو وہ قادر ہے۔ انسان کی پیدائش نطفے سے ہونا قانون ہے اور عیسٰی علیہ السّلام کا بغیر نطفے کے ہونا قدرت ہے ہم قانون کو بھی مانتے ہیں اور قدرت کو بھی۔ رب تعالٰی قانون کا پابند نہیں۔ ہم پابند ہیں۔

دیکھو قانون یہ ہے کہ آگ جلا دے۔ مگر ابراہیم علیہ السّلام کو نہ جلایا۔ یہ قدرت ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ	ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

اسیطرح اور بہت سارے معجزات کا حال ہے اللہ تعالٰی قادر وقیّوم ہے جو چاہے کرے۔ اسکی قدرتوں کا انکار کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ رب تعالٰی ہم سب کو اس راستہ پر چلائے جو اسکے نیک بندوں کا ہے اور اس زمانہ کی ہواؤں سے ہمارا ایمان محفوظ رکھے آمین! آمین یا ربّ العالمین!

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْنَ. بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ط

ناچیز **احمد یار خاں** ۵ ذیقعد ۱۳۷۱ھ

یوم دو شنبہ مبارکہ

Marfat.com

"یہ کتاب ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ دوشنبہ کو شروع ہو کر ۵ ذیقعد ۱۳۷۱ھ دوشنبہ کو یعنی ایک ماہ بارہ دن میں اختتام کو پہنچی جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ گنہگار کے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ سے مجھے کلمہ طیبہ پر خاتمہ نصیب کرے اور مجھ گنہگار کی مغفرت فرمادے۔ اسی لالچ میں یہ محنت کی ہے۔"

احمد یار خاں

فہرست کتاب علم القرآن

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ۔ موجودہ مسلمانوں کا ترجمہ قرآن	۲	مخلوق کو مشکل کشا۔ فریاد رس دافع البلا	"	قاعدہ نمبر۱ وحی کے معنی اور ان کی	۹۸
کا شوق۔ اور بغیر سمجھے ترجمہ پڑھنے		جاننا شرک نہیں۔		پہچان	"
کے برے نتائج		اصطلاح نمبر۶ بدعت	۵۱	قاعدہ نمبر۲ عبد کے معنی اور ان کی	۹۹
ترجمہ قرآن میں دشواریاں۔ کفار کی	۸	اصطلاح نمبر۷ اللہ	۵۲	پہچان	"
آیتیں مسلمانوں پر چسپاں کرنا خارجیوں		لفظ اللہ کی تحقیق	۵۵	قاعدہ نمبر۳: رب کے معنی اور ان کی پہچان	۱۰۰
کا طریقہ ہے۔		اصطلاح نمبر۸ ولی	۶۴	قاعدہ نمبر۴: ضلال کے معنی اور انکی پہچان	۱۰۱
مقدمہ: آیات قرآنیہ کی قسمیں تفسیر	۱۴	ولی اللہ ولی من دون اللہ	۶۵	قاعدہ نمبر۵: مکر یا خداع کے معنی اور	۱۰۳
قرآن کے درجے اور ان کے حکم		اصطلاح نمبر۹ دعا	۶۷	ان کی پہچان۔	"
پہلا باب: اصطلاحات قرآنیہ	۲۴	مردوں کو پکارنا قرآن سے ثابت ہے	"	قاعدہ نمبر۶: تقویٰ کے معانی اور انکی	"
اصطلاح نمبر۱ ایمان	"	اصطلاح نمبر۱۰ عبادت	۷۶	پہچان	"
اصطلاح نمبر۲ اسلام	۲۶	عبادت کی قسمیں	۷۹	قاعدہ نمبر۷: من دون اللہ کے معانی	۱۰۴
اصطلاح نمبر۳ تقویٰ	۲۸	اصطلاح نمبر۱۱ من دون اللہ	۸۲	اور ان کی پہچان	"
اصطلاح نمبر۴ کفر	۳۴	اصطلاح نمبر۱۲ نذر و نیاز	۸۷	قاعدہ نمبر۸: ولی کے معانی اور انکی	۱۰۶
اصلاح نمبر۵ شرک	۳۷	اصطلاح نمبر۱۳ خاتم النبیین	۹۴	پہچان	"
شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام	۳۸	دوسرا باب: قواعد قرآنیہ	۹۸	قاعدہ نمبر۹: دعا کے معانی اور انکی پہچان	۱۰۷

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قاعدہ نمبر ۱۰: شرک کے معانی اور	۱۰۸	قاعدہ نمبر ۲۲: کسی کا بوجھ اٹھانے کی صورتیں	۱۲۶	تیسرا باب	۱۴۵
ان کی پہچان	"	اور ان کی پہچان	"	مسائل قرآنیہ	"
قاعدہ نمبر ۱۱: صلوٰۃ کے معانی اور انکی	۱۰۹	قاعدہ نمبر ۲۳: رسولوں میں فرق کرنے کی	۱۲۸	مسئلہ نمبر ۱: کرامات اولیاء برحق ہیں	"
پہچان	"	صورتیں اور ان کی پہچان	"	مسئلہ نمبر ۲: اولیاء اللہ مشکلکشا	۱۴۸
قاعدہ نمبر ۱۲: مُردوں کا سُننا اور میت	۱۱۰	قاعدہ نمبر ۲۴: حضور کو اپنے انجام کی خبر	۱۳۰	دافع البلاء حاجت روا ہیں۔	"
کے معانی اور ان کی پہچان	"	ہونے کی صورتیں اور ان کی پہچان	"	مسئلہ نمبر ۳: تمہارے منہ سے جو نکلی	۱۵۳
قاعدہ نمبر ۱۳: ایمان وتقویٰ کے معانی	۱۱۲	قاعدہ نمبر ۲۵: نبی کی ہدایت کرنے کی	۱۳۲	وہ بات ہو کے رہی۔	"
اور ان کی پہچان	"	صورتیں اور ان کی پہچان	"	مسئلہ نمبر ۴: اللہ کے پیارے دور	۱۵۶
قاعدہ نمبر ۱۴: خلق کے معانی اور ان کی	۱۱۴	حضور جسکی ہدایت کا ارادہ فرمادیں	"	سے دیکھتے سُنتے ہیں یعقوب علیہ السلام	"
پہچان۔	"	اسے اللہ کے فضل سے ضرور ہدایت ملیگی	"	حضرت یُوسف علیہ السلام سے خبردار	"
قاعدہ نمبر ۱۵: حکم۔ گواہی۔ ملکیت۔ دلالت	۱۱۴	قاعدہ نمبر ۲۶: غیرخدا کے نام پر پکارے	۱۳۴	تھے انکے حالات سے واقف تھے	"
کے معانی اور ان کی پہچان	"	ہوئے جانور کے حرام حلال ہونے	"	مسئلہ نمبر ۵: مردے سنتے ہیں اور زندوں	۱۶۲
قاعدہ نمبر ۱۶: علم غیب کے مراتب اور	۱۱۶	کی صورتیں اور انکی پہچان۔	"	کی مدد کرتے ہیں۔	"
ان کی پہچان	"	قاعدہ نمبر ۲۷: نبی کے نفع ونقصان کے	۱۳۵	مسئلہ نمبر ۶: یادگاریں قائم کرنا اور	۱۶۹
قاعدہ نمبر ۱۷: شفاعت کی قسمیں اور	۱۱۸	مالک ہونے نہ ہونے کی صورتیں اور	"	بڑی تاریخوں پر خوشیاں منانا۔	"
ان کی پہچان	"	ان کی پہچان۔	"	مسئلہ نمبر ۷: بزرگوں کی جگہ کی تعظیم	۱۷۲
قاعدہ نمبر ۱۸: غیرخدا کو پکارنے کی قسمیں	۱۲۱	قاعدہ نمبر ۲۸: رفع کے معانی اور ان کی	۱۳۶	اور وہاں دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے	"
اور ان کی پہچان	"	پہچان	"	مسئلہ نمبر ۸: سچے مذہب کی پہچان	۱۷۴
قاعدہ نمبر ۱۹: بندے کو ولی بنانے کی	"	قاعدہ نمبر ۲۹: غیرخدا سے ڈرنے کی	۱۴۰	مذاہب کی تاریخ پیدائش ان کے ناموں	"
قسمیں اور ان کی پہچان	"	صورتیں اور ان کے احکام۔	"	سے۔	"
قاعدہ نمبر ۲۰: وسیلہ کی قسمیں اور ان کی	۱۲۲	قاعدہ نمبر ۳۰: نبی کے ہم جیسے بشر	۱۴۲	مسئلہ نمبر ۹: دم درود کرنا۔ پڑھکر پھونکنا	۱۷۷
پہچان	"	ہونے نہ ہونے کی صورتیں اور انکی	"	مسئلہ نمبر ۱۰: تمام صحابہ برحق ہیں	۱۷۹
قاعدہ نمبر ۲۱: کسی کے اعمال دُوسرے	۱۲۴	پہچان۔ حضور نے اپنی بشریت کا اعلان	"	مسئلہ نمبر ۱۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۸۷
کے کام آنے نہ آنے کا قاعدہ	"	کیوں کیا؟	"	بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔	"

Marfat.com

اہل سنّت وجماعت کے لئے خوشخبری

اہلسنّت وجماعت کے مایہ ناز صاحبِ قلم حکیم الامّت

مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی مایہ ناز تفسیر القرآن

نور العرفان

مع ترجمہ کنز الایمان

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولینا احمد رضا خاں صاحب

● دیدہ زیب کتابت ● دو رنگہ عکسی طباعت ● عمدہ سفید کاغذ

* بڑے سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل بہترین جلد میں دستیاب ہے

* ہر کتب فروش سے خریدیئے — براہ راست ہم سے طلب کیجئے!

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com